

اسیازوال مسلم

علامہ امیر شکیب الاسلام

شیخ غلام محمد امین مدظلہ العالی



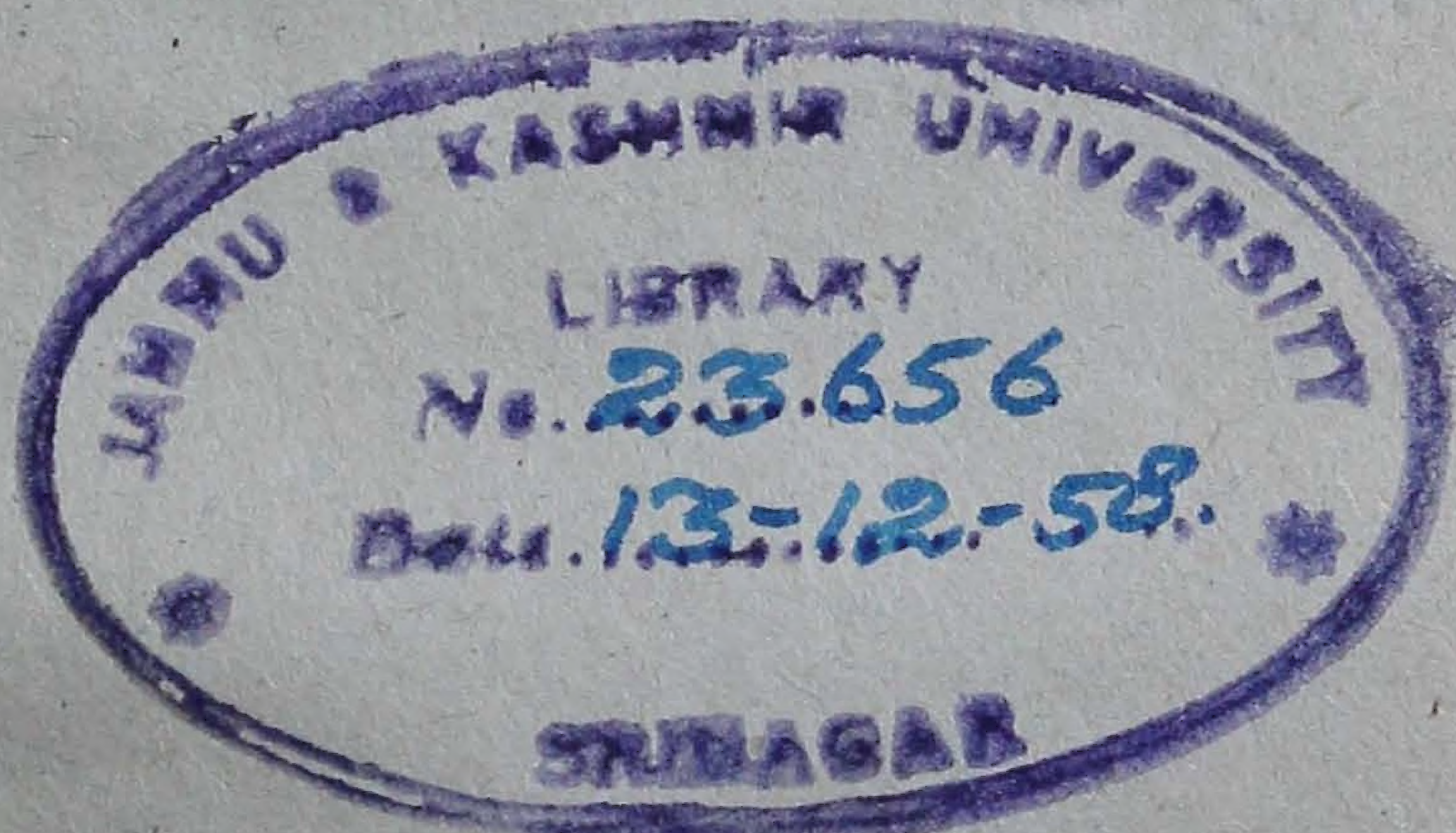
۲  
(وجہ حقوق بحق آستانہ بک ڈپو محفوظ)

دور و پے

مدیر مجلہ

پہلا ایڈیشن

297-0  
A 31



ST = 82

ST 01

Re



آستانہ بک ڈپو پوسٹ مک 1206 جامع مسجد ملی



# فہرست مضامین

۳۲	جنگ طرابلس کی مثال	مسلمانوں کے تنزل اور دوسروں
۳۲	جہاد ریف کی مثال	کی ترقی کے اسباب
۴۰	زوال امت کا دوسرا سبب	مکتوب شیخ محمد بیونی عمران
۴۱	عزت و آبرو کی موت	جواب امیر شکیب ارسلان
	مراکش اور شام کے بڑے بڑے	زوال امت کا پہلا سبب
۴۵	لوگوں کی غلط فہمیاں	مسلمان عالم کی حالت
۵۰	مسلمانوں کے مسلمان دشمن	مسلمانوں کے گزشتہ عروج کا
۵۸	ایک قابل غور مثال	بنیادی باعث
۵۹	مسلمانوں پر تعصبات کا الزام اور اسکی حقیقت	ہماری درمیان کس چیز کا فقدان
۶۳	زوال امت کے اہم اسباب	آجکل کے مسلمانوں اور فرنگیوں
۶۳	جہالت	کا مقابلہ
۶۳	کم علمی	صرف دعائیں کافی نہیں
۶۳	اخلاق کا زوال	عذر لنگ اور اس کی تردید
۶۴	علماء اور سلاطین کا زوال	فلسطین کی تازہ دردناک مثال
		دنیا پر انگریزوں کا قبضہ



۱۰۳	اصل سوال کی طرف رجوع	۶۶	دروناک بزولی اور مالوسی
	تقلید آبار اور قدامت پسندی کے	۶۹	جدید آراء نہ ہونے کا بیہانہ
۱۰۳	متعلق قرآنی تعلیم	۷۰	جدید علوم سے محرومی کا بیہانہ
۰۹	اسلامی تہذیب اور مذہب سے بگمائی	۷۰	بزولی چھوڑو، ہتھیار موجود ہیں
۱۱۱	اسلامی تہذیب کا جلوہ	۷۲	مسلمانو! مالوس نہ ہو
۱۱۶	اسلام باعث زوال نہیں	۷۳	دولت اور زندگی صرف کرو
۱۱۳	اسلامی تہذیب کے احسانات	۷۵	دولت کی محبت اور موت کا خوف
۱۱۸	یونانی تاریخ کی مثال	۷۸	الحاد پروری اور قدامت پسندی
۱۱۸	رومی تاریخ کی مثال	۷۹	اقوام یورپ کی زندگی اور آزادی کا راز
۱۱۹	مذہب اور تہذیب کی بریت	۸۴	جاپان کی مثال
	قدیم یورپ کا تنزل اور موجودہ	۸۸	کیا مذہب تعصب کا نشان ہے؟
۱۲۲	ترقی کے اسباب		تنگ خیال قدامت پسندوں نے
۱۲۶	قرآن حکیم اور ترغیب علم	۹۲	اسلام کو کیا نقصان پہنچایا۔ ۱۴
۱۳۱	حامیان ترقی سے آخری لفظ		عمل اور محنت کے متعلق
۱۳۲	اختتامیہ	۹۵	قرآن حکیم کی تعلیم
		۱۰۱	قرآنی توکل کا مفہوم



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی  
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا  
حالی

اللہ تعالیٰ کبھی اس حالت کو  
نہیں بدلتا جو کسی گروہ کو حاصل  
ہوتی ہے جب تک کہ وہ خود ہی  
اپنی صلاحیت نہ بدل ڈالے  
اور پھر جب اللہ چاہتا ہے کسی  
گروہ کو داسکی تخریر صلاحیت کی  
پاداش میں، مصیبت پہنچے تو  
مصیبت پہنچ کر رہتی ہو وہ کسی کے  
ٹالے میں نہیں تسکتی اور اللہ کے  
سوا کوئی نہیں جو اس کا ساز ہو

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ  
مَا بِقَوْمٍ حَتَّى  
يُغَيِّرُوا مَا  
بِأَنْفُسِهِمْ  
إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ  
سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ  
وَمَا لَهُمْ  
مِنْ دُونِهِ  
مِنْ وَّالٍ هُ



مُسلمانوں کے تنزل

اور

دوسروں کی ترقی کے اسباب

از قلم علامہ سید محمد رشید رضا (مرحوم)، ایڈیٹر "المنار" قاہرہ



مجھے میرے فاضل شاگرد شیخ محمد لسیونی عمران امام جامع اسلامیہ  
 بوزنیو (جاوا) نے ایک خط لکھا ہے جس میں ہمارے مجاہد بھائی امیر البسیان  
 امیر شکیب ارسلان کو اس بات پر توجہ دلانے کی خواہش کی ہے کہ وہ خود  
 تکلیف کر کے "المنار" کے لئے ایک مقالہ لکھیں اور اس میں اس عہد میں  
 مسلمانوں کے ضعیف ہونے اور غنیمتوں کے قوی ہونے کے  
 اسباب واضح کریں اور لکھیں کہ ان قوموں کو حکومت اسیادت اور قوت  
 و ثروت وغیرہ میں غلبہ حاصل ہونے کے کیا وجوہ ہیں۔؟ فاضل موصوفی  
 ایک اور خط میں لکھا ہے "آپ نے "المنار" میں دونوں امور کے اسباب  
 کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اور امام شیخ عبدہ نے اسلام اور نصرائیت علم اور  
 مذہب کے ساتھ کے موضوع پر جو مقالات لکھے ہیں وہ میں نے پڑھے مگر  
 میرا مقصود یہ ہے کہ اس موضوع پر امیر البیان خود اپنی وسیع معلومات  
 اور پختہ آراء اپنے مخصوص اثر انگیز انداز سے سپرد قلم فرمائیں تاکہ مسلمانوں  
 کے موجودہ حالات کی مناسبت سے ان کے دل و دماغ میں اثرات کی  
 تجدید ہو جائے ان میں سے جو غافل ہوں بیدار ہو جائیں، جو نادان



ہوں آگاہ ہو جائیں اور جو شُست ہوں ان میں عمل کی چُستی پیدا ہو جائے“  
 شیخ محمد بسیونی نے مذکورہ تجویز کی بنیاد ان سوالات پر رکھی ہے جو  
 ان کے خط میں درج ہیں یہ سوالات ایسے ہیں جن کی بدولت ناواقف اشخاص  
 کے دل میں دین کی نسبت شبہات پیدا ہو سکتے ہیں د کہ شاید دین اسلام  
 ہی مسلمانوں کے زوال کا باعث ہے، خود تلمیذ موصوف کا شُبہ اس لئے  
 خارج از بحث ہے کہ وہ مدرسہ دعوت و ارشاد میں ہمارے دروہن اچھی طرح  
 سن چکے ہیں اور ہماری تحریروں کو خوب پڑھ چکے ہیں جن میں ہم نے بار بار  
 لکھا ہے کہ جو لوگ اسلام کے دعویدار ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اُن  
 کے لئے حُجت ہے وہ خود کتاب اللہ کے لئے حُجت نہیں ہو سکتے

میں نے اس تجویز کو غنیمت جانا کہ اس کے ذریعہ اپنے دوست  
 امیر شکیب کو اس نوع کا مضمون ”المنار“ میں لکھنے پر آمادہ کر سکوں گا  
 در نہ میں خود ہی امیر موصوف کو ہمیشہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ وہ مشرق و  
 مغرب کے اخبارات و رسائل کے لئے جو اس کثرت سے مقالات لکھا کرتے ہیں  
 اور دوستوں کے لئے خط و کتابت کا اتنا بوجھ اٹھاتے ہیں اس میں کمی کریں۔

اس لئے کہ ان مشاغل کی کثرت صحت پر اثر انداز ہوتی ہے،

چنانچہ میں نے شیخ محمد بسیونی کا خط وصول ہونے کے بعد امیر موصوف  
 کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے کثرت مشاغل کی وجہ سے اس کے جواب میں تاخیر کی۔



جب وہ اندلس کی حالیہ سیاحت سے واپس آئے تو ان کا دل اندلس اور  
 مغرب اقصیٰ میں قوم عرب کے تمدنی تاثر و دیکھ کر تازہ تاثرات سے معمور تھا  
 اور وہ فرانس کی ان مساعی کے اثرات اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے تھے جو  
 اس نے افسریقہ کے عربوں کے عیسائی بنانے کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض  
 سے کی تھیں اور اس مقصد کے لئے قوم بربر کو عیسائی بنایا تھا تا کہ جس طرح  
 اگلے زمانے میں اسپین کی حکومت اندلس میں کر چکی ہے یہ بھی ان عربوں کو  
 اپنی غلامی کے جال میں جکڑ لیں۔ اس وقت امیر موصوف نے اس خط کا جو  
 جواب لکھا ہے وہ ان کی بلاغت و پختہ کاری کی ایک اہم یادگار اور ان کے  
 دلائل حکمت کی ایک پائیدار حجت ہے۔ اس خط میں ان کے وہی تاثرات  
 نمایاں ہیں جن کی طرف اوپر کی سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اب تک  
 امیر موصوف کی دینی غیترا اور علمی تحریک کے سرچشمے سے جو فیضان ہوا  
 غالباً یہ جواب اس سب سے زیادہ مفید اور منفعت خیز ہے۔ اس میں  
 امیر شکیب ارسلان کا ماہرانہ کمال پوری قوت کے ساتھ جھلک رہا ہے  
 اللہ انہیں مخلص مجاہدین کا بہترین ثواب عطا فرمائے۔



# مکتوب

شیخ محمد سیونی عمران

مغربی بوزنیو (جاوا)

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ



حضرت مولانا الاستاذ المصلح الکبیر سید محمد رشید رضا مالک جریدہ المنار قاہرہ  
واللہ ان کے وجود گرامی سے مجھے اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے  
السَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ

امیر البیان علامہ امیر شکیب اسلان نے "المنار" اور دیگر جرائد میں  
مختلف موضوعات پر محرکات و مضامین لکھے ہیں انھیں جس شخص نے  
پڑھا ہو گا وہ اس امر سے بخوبی واقف ہو گا کہ امیر موصوف کا شمار اسلام  
کا دفاع کرنے والے بلند پایہ مولفین میں ہے اور اسلام و مسلمانوں کی خدمت  
میں "المنار" اور اس کے ناشر و مالک کے لئے سب سے بڑی قوت ہیں۔ میں  
اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ انہیں خیر عافیت کے ساتھ تا دیر زندہ و سلامت  
رکھے۔ ساتھ ہی میں آن محترم (صاحب "المنار") سے استدعا کرتا ہوں  
کہ امیر موصوف سے فرمائش کریں کہ وہ میرے حسبِ ثیل سوالات کا  
جواب دینے کی زحمت فرما کر مہنون فرمائیں۔

① مسلمان خصوصاً ہم جاو و ملایا کے مسلمان، دینی امور میں جس  
ضعف و انحطاط کو پہنچ گئے ہیں اور ہم میں جو اتنی کمزوری اور پستی  
پیدا ہو گئی ہے کہ ہم میں اب نہ طاقت باقی ہے نہ کوئی قوت اس کے کیا اسباب ہیں؟



حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے۔

”عُزَّتِ اللّٰهُ اور اس کے رسول اور ایمان داروں ہی کے لئے ہے“  
تو وہ مومنین کی عزت اب کہاں ہے۔؟ اور کیا ایسی حالت میں کہ مومن  
ذلیل ہے اور اس کے پاس عزت کے اسباب میں سے کچھ نہیں بچر اس کے  
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ الْعِزَّةُ وَلِیُّرَّسُولِهِ وَلِلّٰهِ مِیْنٌ ۝۵

عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے  
(۲) وہ اسباب کیا ہیں۔؟ جن سے یورپ اور امریکہ کے لوگوں اور  
جاپانیوں نے زبردست ترقی کی ہے۔؟ کیا مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہے  
کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کے ساتھ ساتھ۔ ان اسباب میں ان لوگوں کی  
پیروی کر کے ان قوموں کی طرح ہو جائیں۔ یا۔ یہ بات ممکن نہیں۔؟  
امیر شکیب اسلمان کی عنایت و مہربانی سے موقع ہے کہ وہ ان  
سوالات کا مفصل جواب رسالہ ”المنار“ میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔  
اللہ انھیں اور حضرت الاستاذ مدیر ”المنار“ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

محمد بسیدونی عمران



جواب

امیر شکیب اسلانی



# زوال امت کا پہلا سبب

## جانی و مالی جہالت سے پہلو تہی

مسلمانوں کا زوال اور کمزوری صرف جاوا  
مسلمانانِ عالم کی حالت اور ملایا کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا  
بھر کے مسلمانوں کے لئے وہ مشرقی ہوں یا مغربی ایک امر عام ہے اور اگر  
اس میں کچھ فرق ہے تو کمی بیشی کا فرق ہے یعنی کہیں بہت زیادہ اور کہیں  
بہت کم ہے کہیں سخت خطرناک ہے اور کہیں کم خطرناک ہے مختصر یہی کہنا  
پڑتا ہے کہ اس صدی کے مسلمانوں کی حالت دینی اور دنیوی مادی اور  
روحانی کسی رنگ میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

ہم نے عام طور پر یہ دیکھا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم جہاں بھی مل کر  
آباد ہیں، مسلمان اغیار کے مقابلے میں ہر لحاظ سے پیچھے ہیں بلکہ میں اس  
زمانہ کے مسلمانوں میں سے کوئی قوم ایسی نہیں جانتا جو اغیار کے ساتھ ہو  
اور اغیار کے ہم پلہ ہو سوائے **بوسنیا** کے مسلمانوں کے جو اپنے  
کیتھولک اور آرتھوڈوکس عیسائی ہم وطنوں سے کسی لحاظ میں بھی کم نہیں ہیں۔



بلکہ دونوں سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح روس کے مسلمان جنگ عظیم سے پہلے وہاں کے عیسائیوں سے بہتر تھے اور اس میں بھی کچھ شک نہیں ہے کہ باوجودیکہ چینی قوم بہت پسماندہ ہے تاہم وہاں کے مسلمانوں کی حالت بدھوں سے بہتر ہے۔ بشرطیکہ ان کی اب تک وہی حالت ہو جو جنگ سے قبل تھی۔ ان ملکوں کے علاوہ جہاں بھی دیکھو وہاں مسلمانوں کی حالت اپنے ہم وطنوں سے بدرجہا پست نظر آتی ہے۔

ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنگاپور کے مسلمان وہاں کی دیگر اقوام سے حتیٰ کہ خود انگریزوں سے بھی زیادہ دولت مند ہیں مجھے اس امر کا کافی علم نہیں ہے تاہم اگر یہ سچ بھی ہو تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمارے دعوے میں کوئی خاص فرق پیدا کر سکے۔

کچھ شک نہیں کہ آج کل عالم انسانی میں کئی مادی اور روحانی تحریکات رونما ہیں اور ہر جگہ ایک قابل قدر بیداری نظر آرہی ہے یہ بیداری ایسی ہے جسے دنیا کے فرنگ فوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے بلکہ گھبراہٹ ہے اور اس کی یہ گھبراہٹ اہل یورپ کی تصانیف سے عیاں ہے لیکن اس تحریک بیداری نے ابھی تک مسلمانوں کو اس قابل نہیں بنایا کہ وہ یورپ امریکہ اور جاپان کے باشندوں کے برابر کہے جاسکیں۔

جب یہ حقیقت صاف ہو گئی اور ہم پر مسلمانان عالم کا زوال عام



ثابت ہو گیا تو ہمیں ان اسباب کو تلاش کرنا چاہئے جن کی موجودگی نے اسلام کو دنیا میں ایک ہزار سال تک سرداری کرنے کا اہل بنا دیا تھا اور جن کی عدم موجودگی نے مسلمانوں کو مشرق سے لیکر مغرب تک دنیا کا واحد آفت بنا دینے کے بعد اب اس قدر ذلیل و خوار کر دیا ہے کہ وہ تمام اقوام عالم سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

یہاں ہم تنزل کے وجوہات کا ذکر کرنے سے پیشتر ترقی کا ایک بنیادی سبب بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے گزشتہ عروج کا بنیادی باعث

مسلمانوں کی گزشتہ ترقیات کا باعث حقیقی جزیرۃ العرب میں اسلام کا ظاہر ہونا تھا جس نے عربوں کے مختلف فرقوں کو ایک قوم بنا دیا ان کی دشمنانہ زندگی کو متبدل زندگی سے بدل دیا سخت دلوں کو نرم بنا دیا اور بت پرستوں کو خدائے واحد کے سامنے جھکا دیا ان کی پہلی روئیں کھینچ لیں اور بالکل نئی روئیں ان کے جسموں میں داخل کر دیں اس اندرونی تبدیلی ہی سے ان میں اس قدر طاقت پیدا ہو گئی کہ وہ عزت و شان، علم و ہنر اور دولت و ثروت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئے اور پچاس سال کے عرصے میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں اور حضرت علی کی خلافت کے دوران میں اتفاق باہمی کی تخم ریزی نہ ہوتی تو مسلمان ضرور تمام دنیا کو فتح کر لیتے



مسلمانوں کے چاسس یا ستر سالہ کارنامے جن کی قوت کو  
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خوں ریز لڑائیوں اور بنو امیہ  
اور ابن زبیر کی ہلاکت خیر جنگوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا،  
تمام دنیا کے مورخوں اور فاتحوں کی عقیلوں کو خیرہ کرنے کے لئے  
کافی ہیں یورپ کا فاتح اعظم ہنریکس پارتھسلمانوں کے اس عروج پر  
ہمیشہ حیران تھا اور کہا کرتا تھا۔

”حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عربوں کو از سر نو  
پیدا کیا تھا اور انھیں ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ  
میں تلوار سے کر فرمایا تھا کہ جاؤ دنیا کو فتح کرو حکومت کرو  
اور فائدے اٹھاؤ۔“

اسلام سے پہلے عربوں کی فتوحات اور اخلاق فاضلہ وغیرہ کے مستحق  
جو کچھ کتب تواریخ میں ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے آثار بھی  
اب تک باقی ہیں۔ اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ عربوں کا تمدن دنیا  
میں اس قدر پرانا ہے کہ لکھنا پڑھنا بھی انہی کے ہاں سے شروع ہوا تھا تاہم  
اس امر میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا تمدن اور ان کے کارنامے صرف  
عرب اور نواح عرب تک محدود تھے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ  
عربوں پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے کہ اجنبی لوگ ان کے گھروں کے اندر



آکھتے تھے اور ان پر اپنی حکومت قائم کر کے اُہنیں ذلیل کر ڈالا تھا۔ چنانچہ  
ایک زمانہ میں عجمیوں کا یمن عمان اور حیرہ پر جیشیوں کا یمن اور دومیوں کا  
نواح حجاز اور شام پر قبضہ موجود تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اہل عرب کبھی بھی اسلام  
سے پہلے نہ تو صحیح معنوں میں خود مختار ہوئے نہ دُور دراز ملکوں مشہور ہوئے  
اور نہ تاریخ عالم کی فاتح قوموں میں شمار کئے گئے؛ مگر اسلام کے بعد حضرت  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ سب کچھ ہو گیا اور دُنیا نے بھی اسے تسلیم کیا۔  
آئیے۔! اب اُن وجوہات کی تلاش کریں جو مسلمانوں کے زوال کا  
باعث ہوئے اور اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ فاتحانہ اوصاف  
اب بھی مسلمانوں میں موجود ہیں یا نہیں؟

ہمارے درمیان کس چیز کا فقدان ہے؟

میں سائل سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ میں  
مسلمانوں کو صرف زبان سے مسلمان کہلائے کے باعث بغیر عمل کرنے کے  
عزت دوں گا تو یقیناً ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ  
— مومنوں کی وہ عزت کہاں ہے جس کا خدا نے اعلان کیا تھا۔؟  
وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ  
غلبہ صرف اللہ اور اس کے رسول  
اور مومنوں کے لئے ہے۔  
وَلِلْمُؤْمِنِينَ



اگر خدا تعالیٰ کا وعدہ یہی تھا کہ میں زبان سے مسلمان کہلانے والوں کو عزت دوں گا تو ہمیں مسلمانوں کی ذلت پر یقیناً تعجب ہونا چاہئے لیکن حقیقت حال یہ نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ نہ خدا نے یہ وعدہ کیا ہے نہ خدا اپنے وعدہ سے منحرف ہوا نہ قرآن کریم کے احکام بدلے بلکہ مسلمان خود بدل گئے اور اسی لئے ناکام ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو پہلے ہی دن مسلمانوں کو یہ تنبیہ فرمائی تھی۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ  
حَتَّىٰ يَغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی  
نہ جو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اب اگر اس صاف اعلان کے باوجود بھی خدا مسلمانوں کو ذلیل نہ کرتا  
تو یہ موجب تعجب تھا اور خدا کے عدل و انصاف کے بھی خلاف تھا۔

میں پوچھتا ہوں کیا یہ اچھی بات ہوگی کہ خدا نا اہل کو عزت دے۔ اور  
اہل چلائے اور ریح بوئے بغیر فصلیں پکا دے۔؟ اور کوشش کئے بغیر کامیابی  
عطا فرمائے اور اعمال کے بغیر امداد دے۔؟ اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ سُستی  
اور کاہلی پر فدا ہو جاتے اپنے اپنے کاموں کو بھینک دیتے اور بستروں پر ڈال کر  
لیٹ جاتے، اگر ایسا ہوتا تو یہ اس قانون قدرت کے جس پر خدا نے  
تمام کائنات کو قائم کیا ہے، خلاف ہوتا اور اس کے بعد حق و باطل میں اور  
نفع اور نقصان میں کوئی فرق باقی نہ رہتا مگر یاد رکھئے کہ خدا اس قسم کے ظلم سے  
پاک ہے۔



اگر خدا کسی انسان کو بغیر کوشش اور محنت کے امداد دیتا تو اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائیاں کرنے کے بغیر فتح مندر کر دیتا اور طاہری سامان کے بغیر کامیابی عطا فرماتا، مگر تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہوا۔ خدا نے انھیں بھی پوری طرح آزمایا تھا اور پھر کامیابی عطا فرمائی تھی۔ لیکن اس کے خلاف تم ذرا اپنی حالت کو بھی تو دیکھو تمھارے پاس خدا کی نعمت کے سو حصے موجود ہوتے ہیں مگر تم سو میں سے ایک یا دو حصے بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتے اور خواہش یہ رکھتے ہو کہ خدا تمھیں بھی وہی عزت اور وہی نصرت عطا کرے جو تمھارے ان باپ و ادوں کو حاصل ہوئی تھی جو سو میں سو، یا کم از کم شتر خدا کی راہ میں قربان کر دیتے تھے یا دیکھو کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا خدا کبھی ایسا نہیں کرتا۔ یہ اس کے عہد کے خلاف ہے، عقل اور منطق کے خلاف ہے خدا نے مومنوں کے ساتھ کبھی یہ شرط نہیں کی تھی، خدا نے مسلمانوں کے ساتھ کبھی یہ سودا نہیں کیا تھا خدا کا وعدہ جو کچھ بھی ہے صرف یہ ہے۔

بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کی جان بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت کی جاو زندگی ہو۔ وہ کسی دنیاوی مقصد کی

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ  
الْجَنَّةُ يَوْمَ يَقُولُونَ فِي سَبِيلِ



فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ قَفَا  
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقٌّ فِي التَّوْرَةِ  
وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ  
أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ  
فَأَسْتَبْشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي  
بَايَعْتُمْ بِهِ ۚ وَذَلِكَ هُوَ  
الْفُؤْزُ الْعَظِيمُ

ہیں بلکہ، اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں  
پس وہ مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔  
یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا (یعنی اس نے  
ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا) تو ریت انجیل  
قرآن دینوں کتابوں، میں دیکھاں طویں  
اس کا اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر  
کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو۔؟

پس مسلمانو! اپنے اس سوئے پر جو تم نے اللہ سے چکایا خوشیاں مناؤ۔ اور یہی ہے جو بڑی  
بڑی فیروز مندی ہے۔

کیا مسلمان اس وصف میں پورے اترتے ہیں۔؟ کیا مسلمانوں میں صحابہ کرام کی قربانیاں  
موجود ہیں۔۔۔۔۔؟ وہ صحابہؓ جو میدان شہادت میں خود اپنی موت  
کو تلاش کیا کرتے تھے جب ان کے غازی کفار پر حملہ آور ہوتے تھے تو کہتے تھے ہم  
جنت کی خوشبو کو سونگھ رہے ہیں۔ اور اس نعرہ جنگ کے ساتھ ہی دشمنوں پر  
اس وقت تک تلوار چلاتے تھے جب تک ان کے ہاتھ میں ہلنے کی طاقت باقی رہتی  
تھی پھر جب وہ شہید ہو جاتے تھے تو ان کے منہ سے نکلتا تھا ”آج عید کا دن ہے،  
لیکن آرزوئے شہادت کے باوجود اگر وہ شہید نہ ہو سکتے تو اپنی قوم  
میں غمزدوں کی طرح واپس لوٹا کرتے تھے۔



## آج کل کے مسلمانوں اور فرنگیوں کا مقابلہ

قرآن حکیم نے مسلمانوں سے جانی اور مالی قربانی کا مطالبہ کیا ہے مگر افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں میں وہ غیبت باقی نہیں رہی جو ان کے بزرگوں میں موجود تھی اور اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں تک نے اسلامی احکام کی پیروی شروع کر دی ہے حالانکہ یہ احکام ان کی کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ اسی جان و مال کی قربانی کو دیکھتے تم ان کے سپاہیوں کو موت پر گرتے اور سنگین کے زخموں سے سرشار ہوتے دیکھو گے۔ یورپین اقوام نے جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں اپنی ہستی اور حقوق کے لئے جو قربانیاں کی ہیں وہ انسانی عقل سے بالاتر ہیں۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ جرمنی نے جنگ عظیم میں اپنے بیس لاکھ نوجوانوں کو قتل کرایا۔ فرانس نے چوبیس لاکھ، انگلینڈ نے چھ لاکھ اور اٹلی نے ساڑھے چار لاکھ کو۔ ایثار جان کے بعد مالی قربانی کا درجہ ہے اس راہ میں اہل یورپ نے جنگ عظیم میں جو روپیہ خرچ کیا ہے اس کی تعداد حسب ذیل ہے۔

انگلینڈ نے تین ارب پونڈ۔ فرانس نے دو ارب پونڈ۔ جرمنی نے تین ارب پونڈ اور اٹلی نے پچاس کروڑ پونڈ۔ روس نے اپنی دولت کو اس کثرت سے خرچ کیا کہ ان کے ملک پر ہر طرف سے قحط کی مصیبت ٹوٹ پڑی اور پھر اسی قحط سے بالشویکی بغاوت جنم لیا۔



اب آپ بتائے مسلمانوں کی کون سی قوم نے اس قدر قربانیاں کی ہیں؟  
 عیسائیوں کا حال آپ دیکھ رہے ہیں وہ اپنی جانوں اور مالوں کو بے شمار  
 اور بے حساب اپنی قوم اور وطن کی ماہ میں قربان کر رہے ہیں۔ اب اگر اس کے  
 بعد خدا تعالیٰ انہیں یہ عزت و دولت اور شان و شوکت عطا فرماتا ہے  
 اور مسلمانوں کو محروم رکھتا ہے تو اس میں تعجب کیا ہے؟

کہا جائے گا کہ مسلمان غریب ہیں اور ان کے پاس اس قدر  
 دولت نہیں کہ وہ اس طرح وسعت کے ساتھ خرچ کر سکیں ہم اس کے  
 جواب میں کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں سے زیادہ نہیں مانگتے ہم ان سے جو کچھ  
 مانگتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ ابھی اپنے درجہ اور حیثیت کے مطابق خرچ  
 کریں کیا مسلمانوں میں کوئی ایسی قوم بھی مل سکتی ہے جو اپنی حیثیت کے  
 لحاظ سے عیسائیوں کی طرح خرچ کر رہی ہو؟ عیسائیوں

کی مثال گزر چکی ہے۔ ان میں سے بعض قومیں ایسی ہیں جنہوں نے اپنی تمام  
 دولت کا نصف حصہ جنگ عظیم میں خرچ کر ڈالا مگر مسلمانوں میں کوئی قوم ایسی  
 نہیں ہے جس نے قومی یا شخصی حیثیت کا دستاں حصہ بھی قربان کیا ہو مسلمانوں  
 میں ایسا کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ترکوں نے  
 یونانیوں کے بالمقابل اپنی جانوں اور مالوں کو بے دریغ قربان  
 کیا تو وہ کس طرح کامران ہو گئے؟



انھوں نے یونانیوں کو ایسی بڑی شکستیں دیں جو کبھی کسی کے دہم خیال میں بھی نہیں آئی تھی۔ اہل یورپ نے ترکوں کو ذلیل و خوار کرنا چاہا تھا مگر وہ از سر نو خود مختار ہو گئے ہر مسلمان کو سمجھنا چاہئے کہ ترکوں کو یہ بے مثال کامیابی مفت حاصل نہیں ہوئی۔ ان میں سے بعض نے اپنی دولت کا تیسرا حصہ اور بعض نے پورا نصف جنگ کی راہ میں قربان کیا ہے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے دین کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں یا کم از کم آج کل کے یورپیوں کی صحیح نقل کرتے ہیں تو انھیں ضرور اپنے نیک اعمال کا نتیجہ مل جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے اکثر مسلمان صرف ہوا کے ساتھ کھیل رہے ہیں، وہ مجاہدانہ کام کرنے، فدا ہونے، موت پر گرنے اور جان و مال کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کے بغیر مفت میں خدا سے نصرت توفیق کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ خود خدا فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ مَن يَنْصُرُكَ  
جو کوئی اللہ کی سچائی کی حمایت کرے گا، ضرور ہی ہر  
کہ اس کی مدد فرمائے گا۔

اور إِنَّ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ  
وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ  
اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو گے  
تو وہ تم کو کامیاب کرے گا اور تمھارے  
قدموں کو پختہ کر دے گا۔



صرف دُعائیں کافی نہیں

یہ بات واضح ہے کہ خدا ہمارا محتاج نہیں ہے "خدا کی نصرت" کے معنی صرف یہ ہیں کہ بندہ خدا کے احکام کی تعمیل کرے لیکن افسوس اس سے بچے کہ مسلمان اپنے تمام دینی احکام پس پشت ڈال کر اور صرف زبان سے مسلمان بن کر اپنے آپ کو عزت و شوکت کا حقدار قرار دینے بیٹھے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا نام لے دینا یا دعا کر لینا ہی کافی ہوگا حالانکہ اگر دعا سے جہاد کا کام لیا جاسکتا تو ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ نبی کریمؐ، صحابہ کرامؓ اور اسلاف امت کی صرف دعائیں قبول کر لیتا اور انھیں جہاد کے پیالہ موت کو پینے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر کامرانی صرف دعاؤں اور امیدوں پر منحصر کر دی جاتی تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور خدا یہ کبھی نہ فرماتا۔

وَأَنْ تَكُونَ لِلنَّاسِ عِلْمًا مَّا سَعَىٰ

اگر کامیابی صرف دعاؤں اور آرزوؤں پر موقوف ہوتی تو قرآن یہ کبھی نہ فرماتا

وَقُلْ أَعْمَلُوا بِمَا تُرَىٰ ۚ أَعْمَلُوا لِنَفْسِكُمْ ۚ إِنَّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَاكِفُونَ ۚ

اور زائے پیغمبر! عمل کئے جاؤ اب اللہ دیکھے گا

عَمَلُكُمْ وَرَأْسُوكُمْ ط

کہ تمہارا عمل کیسے ہوتے ہیں اور ان شرکار مول بھی دیکھے گا

اس کے علاوہ یہ بھی نہ کہا جاتا:۔



قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ  
نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَأْنَا  
اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ط  
وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ

دلے پیغمبر، کہہ دو، معذرت کی باتیں نہ بناؤ۔ اب تمہارا  
اعتبار کرنے والے نہیں، اللہ نے پوری طرح تمہارا حال  
بتلا دیا ہے۔ اب آئندہ اللہ اور اس کا رسول  
دیکھے گا تمہارا عمل کیا رہتا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فرماتا ہے :-

إِنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلَ  
عَامِلٍ مِّنْكُمْ

بلاشبہ میں کبھی کسی عمل کرنے والے کا عمل  
ضائع نہیں کرتا۔

مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ محض نماز روزہ اور ایسے ہی چند  
دیگر اعمال کے ساتھ جن کی تعمیل میں نہ خون بہانے کی ضرورت ہو اور نہ مال  
کے خرچ کرنے کی، مسلمان ہو سکتے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے ایسے ہی  
اسلام کے بدلہ میں خدا سے عزت و شوکت کے منتظر رہتے ہیں حالانکہ اسلام  
نہ صرف نماز سے ہے اور نہ صرف روزہ سے اور نہ صرف دعا اور استغفار  
سے خدا ان لوگوں کی دعا کیوں کر قبول کر سکتا ہے (جو منافقوں کی طرح)  
چھپے پھٹکر دعا کریں حالانکہ انہیں اٹھنے اور بیٹھنے اور خرچ کرنے کی طاقت بھی موجود ہو؟

عذر لنگ وراس کی تردید

یہاں پھر وہی اعتراض اٹھایا جائے گا کہ مسلمانوں کے پاس فرنگیوں جتنی



دولت نہیں ہے کہ ان کی طرح نیک کامیوں میں حصہ لیں اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمانوں سے انکی حیثیت کے مطابق خرچ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم حیثیت سے زیادہ نہیں مانگتے مگر کیا وہ اس قدر بھی کریں گے۔؟ کبھی نہیں۔۔۔!

مسلمان صرف اپنی کمائی ہی میں بخیل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے تو اب اپنے بزرگوں کے اوقاف و مقابر کو بھی کھانا شرمع کر دیا ہے اور کوئی کار خیر ایسا نہیں جس میں وہ قدم بڑھاتے ہوئے نظر آئیں پھر اس بزدلی اور بخیلی کے باوجود مسلمانوں کو کیا حق ہے کہ وہ فرنگیوں کی طرح دجو پبلک کاموں میں پیسہ دینے پر روانہ وار کرے پڑتے ہیں، کامیاب ہونے کی اُمید رکھیں۔؟ دُنیا میں حکومت کی مثال کھیتی کی طرح ہے یعنی جس قدر کام کیا جائے گا اُسی قدر پھل ملے گا مگر آج کل کے مسلمان یہ نہیں جانتے وہ چاہتے ہیں کہ نہ محنت کریں نہ قربانی کریں اور اس حال میں بھی فرنگیوں بڑھ جائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے خدا کا یہ فرمان بھول گئے ہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ  
اور یاد رکھو یہ ضرور ہوتا ہے کہ ہم تمہارا امتحان لیں خطراتِ خوف کا بھوک کی تکلیف، مالِ جان کا نقصان، پیدائشی تباہی، وہ آزمائشیں ہیں جو تمہیں پیش آئیں گی پھر جو لوگ صبر کرنے والے ہیں انہیں دفتح اور کامرانی کی بشارت دیڈ



بعض مسلمان یہ کہتے ہیں۔ جناب ہم نے بہت ہی فداکاری کی، خدا کی راہ میں خرچ کیا، جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں دیں لیکن پھر بھی ہمیں کوئی اچھا نتیجہ نہ ملا، ہم بدستور فرنگیوں کی غلامی میں مبتلا ہیں۔ یہ کیوں؟ میں سوال کرتا ہوں آپ جس چیز کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا کہتے ہیں کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ کا وہ خرچ عیسائیوں اور یہودیوں کے خرچ سے کوئی نسبت رکھتا ہے۔ کم از کم ستوا کے مقابلہ میں ایک کی نسبت؟

## فلسطین کی تازہ دردناک مثال

ایک تازہ دردناک مثال ملاحظہ ہو فلسطین میں یہودیوں اور عربوں کے آپس میں جھگڑے ہوئے فریقین میں سے کئی آدمی مارے گئے اور کئی آدمی زخمی ہوئے۔ اس پر دنیا بھر کے یہودیوں نے فلسطین کے یہودیوں کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور دس لاکھ پونڈ جمع کر کے بھیجے مسلمانان عالم نے بھی فلسطین کے مسلمانوں کے لئے چندہ جمع کیا لیکن بڑی کوشش کے باوجود تیرہ ہزار پونڈ جمع ہوئے یعنی وہی سو اور ایک کی نسبت۔ عبت سربراہ یہاں پھر وہی پہلی بات کہی جائے گی کہ مسلمان اس قدر دولت مند نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا جواب بھی وہی ہے ہم مسلمانوں کو حیثیت کے برابر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ہم امیروں سے مانگتے ہیں غریبوں سے نہیں مانگتے



چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لَيْسَ عَلَى الضَّعْفَاءِ وَلَا  
عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ  
لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ  
حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ  
وَرَسُولِهِ وَمَا عَلَى  
الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ  
ناتوانوں پر بیماروں پر اور ایسے لوگوں پر جنہیں خرچ  
کے لئے کچھ میسر نہیں ہے کچھ گناہ نہیں ہے اگر وہ  
ذرائع میں شریک نہ ہوں، بشرطیکہ اللہ اور  
اس کے رسول کی خیر خواہی میں کوشاں رہیں  
کیونکہ ایسے لوگ نیک عملی کے دائرہ سے خارج نہیں  
ہوتے اور نیک عملوں پر الزام کی کوئی وجہ نہیں

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ  
يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ  
رَضُوا بِأَنْ يَكُونَ ذُوًا  
مَعَ الْخَوَالِفِ  
الزمام تو دراصل ان پر ہے جو تجھ سے ذمہ لے  
کی اجازت مانگتے ہیں حالانکہ مالدار ہیں انھوں نے پسند  
کیا کہ جب سب لوگ ناحق میں کو چر رہے ہوں تو  
یہ گھروں میں رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ ہیں

کچھ شک نہیں کہ یہودی مسلمانوں سے زیادہ دولت مند ہیں مگر مسلمان  
مردم شماری کے لحاظ سے یہودیوں سے کہیں زیادہ ہیں، یہودیوں کی مردم شماری  
تقریباً دو کروڑ ہے اور مسلمانوں کی ستر کروڑ۔ اگر ہر مسلمان فلسطین کے لو  
صرف ایک پیاسٹر ۱۰۰ پیاسٹر = دس روپے، چندہ دیتا اور یہ وہ چندہ ہے  
جو ہر مسلمان دے سکتا ہے تو پھر ستر کروڑ پیاسٹر جمع ہو سکتے تھے مگر مسلمان ایسا کرتے ہیں؟



اور اگر ہم مسلمانوں کی تعداد کا دسواں حصہ شمار کریں تو پھر بھی ساتھ کر ڈر  
 پاسٹر جمع ہونے چاہئیں مسلمانوں کی یہ تعداد تو فلسطین کے نواح ہی میں موجود ہے  
 یعنی مصر، شام، فلسطین، عراق، حجاز، نجد، یمن اور عمان وغیرہ میں  
 پس اگر ہم انہی لوگوں سے ایک پاسٹرنی کس چنیدہ لیتے۔ تو  
 کم از کم تین لاکھ پچاس ہزار پونڈ جمع ہونے چاہئے تھے مگر جو روپیہ  
 جمع ہوا وہ صرف تیس ہزار پونڈ تھا یعنی مسلمانوں کی مردم شماری کے  
 دسویں حصے نے بھی ایک دو تہائی کا پندرھواں حصہ فی کس دیا یہ ہے مسلمانوں کا ایتار۔  
 دوستو! کیا تم اسی چیز کا نام قربانی رکھتے ہو۔؟ کیا تم  
 خدا کی راہ میں جانوں اور مالوں کے ساتھ ایسا ہی جہاد کیا کرتے ہو۔؟  
 کیا تمہیں اپنے غریب دینی بھائیوں اور وطنی ہمسایوں سے جو تمہارے بجائے  
 مسجد اقصیٰ کی حمایت میں اپنا خون بہا رہے ہیں، صرف اسی قدر محبت ہے۔؟  
 اور کیا تم محض اتنی ہی امداد کر سکتے ہو۔؟ کیا خدا نے یہ نہیں کہا تھا۔  
 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ  
 مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔  
 کیا ایک بھائی دوسرے بھائی کی ایسی ہی مدد کیا کرتا ہے۔؟

## دنیا پر انگریزوں کا قبضہ

لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے دنیا پر کیوں کر قبضہ کر لیا۔؟



میں کہتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاق فاضلہ اور کوشش اور اتفاق کی بدولت کامیاب ہوئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک قصہ سنایا تھا۔ ایک انگریز کسی مشرقی ملک میں بہت بڑا عہدہ دار تھا اس نے اپنے نوکر کو حکم دے رکھا تھا کہ گھر کا تمام سودا ہمیشہ انگریزی دکان سے لیا کرے ایک دفعہ نوکر نے ایک ہی مہینہ کے اخراجات میں بیس پونڈ کی بچت نکالی۔ صاحب نے سبب پوچھا تو نوکر نے جواب دیا کہ میں نے اس دفعہ انگریزی دکان کو چھوڑ کر ایک دیسی بنے سے سودا خریدا ہے یہ سن کر صاحب نے حکم دیا کہ اب پھر انگریزی دکان سے سودا لینا شروع کر دو۔ نوکر نے کہا اگر اس دکان سے سودا لیا جائے گا تو اخراجات میں بیس پونڈ کا اضافہ ہو جائے گا۔ صاحب نے کہا کچھ خرچ نہیں ہے تمہیں انگریزی دکان سے سودا خریدنا چاہیے۔

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مشرقی ملکوں کے انگریز عہدہ دار ہمیشہ اپنی قیمتی چیزیں ولایت سے منگواتے ہیں تاکہ ان کا روپیہ باہر نہ جاسکے۔ کیا ہم ان مثالوں کے بعد مسلمانوں کی حالت کو کسی شمار میں لا سکتے ہیں؟ اگر ہم مسلمانوں کو رات دن بھی نصیحت کرتے رہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی اور سے سودا نہ لیں پھر بھی وہ ان تمام نصیحتوں کو بھول جاتے ہیں۔ اگر کسی اجنبی سے سودا لینے میں انہیں



ایک ہی آنے کا فائدہ نظر آئے یہودیوں کے بائیکاٹ میں عربوں کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں نے نرخ اشیار کے معمولی فائدہ کو ہاتھ سے دینا گوارا نہ کیا اور وہ اپنے معمولی فائدے کی خاطر اپنے سب سے تیز متحصیاری یہودیوں کا بائیکاٹ کو ضائع کر کے بیٹھ گئے۔ انھوں نے اس معمولی نفع کا تو خیال کر لیا مگر وہ نقصان عظیم جو یہودیوں سے اُنہیں پہنچ رہا تھا اس کا خیال تک نہ کیا۔

## جنگ طرابلس کی مثال

ایک مرتبہ میں نے ایک بڑی حیثیت کے مصری مسلمان سے شکایت کی کہ مصریوں نے طرابلس، الغرب اور برقہ کے مجاہدین کی امداد سے بہت پہلو تہی کی ہے میں نے یہ بھی کہا کہ اگر اسلام اور ہمسائیگی کا خیال نہ بھی کیا جائے تو مصریوں کو محض اس لئے بھی ان کی امداد کرنا چاہئے کہ وہ اپنی خود مختاری اور اپنے مستقبل کو قائم رکھ سکیں۔ کیوں کہ جس طرح سوڈان میں انگریزوں کا رہنا مصر کی خود مختاری کے لئے مہلک ہے اسی طرح برقہ میں اٹلی کی موجودگی بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

مصری مسلمان نے جواب دیا کہ

جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تو مصریوں نے ان کے لئے بہت کچھ کیا



تھا اور انھوں نے بڑی بڑی رقمیں خرچ کی تھیں لیکن خرچ کا نتیجہ کیا ہوا؟  
یہی کہ آخر کار اٹلی نے قبضہ کر لیا۔

میں نے کہا — بے شک طرابلس میں مصریوں نے جو کچھ کیا وہ قابلِ قدر ہے۔ لیکن جو قسم انھوں نے دی وہ ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ سے زیادہ نہیں بچھر کیا اس رقم کے ساتھ مسلمان یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ طرابلس کو اٹلی کے پنجے سے چھڑالیں۔؟ یہ قسم اٹلی کی قربانی کے مقابلہ میں تو کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔

مصریوں نے جنگ طرابلس میں ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ دیئے اور حکومت عثمانیہ (ترکی) نے دس لاکھ پونڈ خرچ کئے اس قربانی کا نتیجہ حسب ذیل تھا۔

اول — مسلمانوں نے اسلام کی عزت کو قائم کیا اور فرنگیوں کو سبق دیا کہ ہم اب تک زندہ ہیں اور ہم اپنے شہروں کو گردنیں نہ دیں گے بغیر کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ اس بہادرانہ طریق عمل میں جس قدر معنوی اور مادی فائدے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہو سکتے۔

دوم — اس معمولی قسم نے طرابلس والوں کو لڑنے مرنے پر آمادہ کر دیا جس سے اٹلی کو سخت نقصانات پہنچے یہاں تک کہ ان کے سیاست دان طرابلس پر حملہ کرنے میں پشیمانی ظاہر کرنے لگے۔



سُوم — اگرچہ مسلمانوں کے شہداء کم نہ تھے تاہم اٹلی کے مقتولوں کی  
 تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اٹلی کی فوج پر میدان جنگ میں ناقابل  
 بیان مصیبتیں ٹوٹیں۔ صرف ایک معرکہ کا حال سن لیجئے جو شہر بنفساری  
 کے دروازے پر ہوا۔ اس دروازے پر ڈیڑھ سو عرب مجاہدین، تین ہزار  
 اٹلی کے سپاہیوں کے ساتھ لڑتے رہے، یہاں تک کہ وہ تقریباً  
 سب کے سب شہید ہو گئے، عربوں کو اس نقصان جان پر بہت تکلیف  
 ہوئی۔ مگر اسی دوران میں انھیں استنبول سے ایک تار موصول ہوا  
 یہ تار اٹلی سے جرمنی کے سفیر نے اپنی حکومت کو راز کی صورت میں بھیجا تھا  
 اور جرمنی حکومت نے راز دارانہ ہی اسے حکومت عثمانیہ کو بھیج دیا۔ اس تار  
 میں لکھا تھا کہ بنفساری کی لڑائی میں اٹلی کے تین ہزار سپاہیوں  
 میں سے ڈیڑھ ہزار سپاہی قتل ہوئے اور سات افسر یا گھل ہو گئے۔  
 یہ واقعہ ایسے بیسیوں واقعات میں سے ایک ہے

پس دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کس طرح مسلمان اپنے سے دشمن گن  
 دشمنوں سے لڑے اور ان کی نصف تعداد کو تباہ و برباد کیا۔ خود  
 کارساز غیب کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ اگر مسلمان طاقت ور ہوں گے۔ تو  
 دشمن گن دشمنوں پر غلبہ پائیں گے اور اگر کمزور ہوں گے تو اپنے سے  
 دلوچند پر غالب آئیں گے چنانچہ سورہ انفال میں ارشاد ہوتا ہے :-



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ  
الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ  
إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ  
صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ  
وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا  
أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ  
قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ

الآن خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ  
أَنَّ فِيكُمْ ضُعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ  
مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ  
وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا  
أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ  
مَعَ الصَّابِرِينَ ○

(سورة الانفال پ ۹)

اے پیغمبر! مومنون کو لڑائی کا شوق دلاؤ۔  
مسلمانو! اگر تم میں بیس آدمی بھی مشکلوں کو  
جھیل جانے والے نکل آئے تو یقین کرو وہ دوسو  
دشمنوں پر غالب ہو کر رہیں گے اور اگر تم میں ایسے  
آدمی تلو ہو گئے تو سمجھ لو ہزار کافروں کو مغلوب  
کر کے رہیں گے اور یہ اس لئے ہو گا کہ کافروں کا  
گروہ ایسا گروہ ہے جس میں سمجھ بوجھ نہیں۔

مسلمانو! اب خدانے تم پر بوجھ ہلکا کر دیا۔ اس نے  
جانا کہ تم میں کمزوری ہے اچھا اب اگر تم میں جھیل  
جانے والے تلو آدمی ہوں گے تو رائی نہیں صرف  
اپنے سے دو گنی تعداد کا مقابلہ کرنا ہو گا یعنی  
وہ دوسو دشمنوں پر غالب رہیں گے اور اگر ہزار  
ہوں گے تو سمجھ لو دو ہزار دشمنوں کو مغلوب کر کے  
رہیں گے اور یاد رکھو اللہ جھیل جانے والوں کا ساتھی

چھارم — طرابلس کی لڑائی میں اٹلی کو جو مالی نقصان ہوا وہ دس کروڑ  
پونڈ ہے اور چونکہ بیس سال تک لڑائی جاری رہی ہے لہذا یہ خیال کیا جاتا ہے  
کہ اٹلی کے مالی نقصانات کا اندازہ بیس کروڑ پونڈ ہے۔



بہر حال وہ تھوڑی سی رقم جو مسلمانوں نے مجاہدین طرابلس کو چند  
 کے طور پر دی، یہ سب اسی کا نتیجہ تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان ان نتائج  
 پر بھی قانع نہیں ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ حکومت اٹلی جس کی مردم شماری چار  
 کروڑ دس لاکھ اور جس کی سالانہ آمدنی بیس کروڑ پونڈ سے زائد ہے،  
 پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں کے سامنے جھک جاتی، یا جنگ شروع ہوتے ہی  
 ہتھیار ڈال دیتی۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو مسلمان بالکل حیران و پریشان  
 ہو کر رہ جاتے ہیں اور بعض تو بالکل یا اس کی حالت تک پہنچ جاتے ہیں۔  
 جو قرآن کریم کے ہاں کُفر کی برابر ہے۔

اِنَّہٗ لَا یَآئِسُ مِنْ رَّوْحٍ  
 اُس کی رحمت سے مایوس وہی لوگ  
 اللہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ ۝  
 ہوتے ہیں جو منکر ہیں۔  
 اٹلی کی مردم شماری اور دولت وغیرہ کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا اس کو  
 الگ رکھ کر یہ دیکھئے کہ اس کے نوجوانوں میں مسلمانوں سے جنگ و قتال کا اشتیاق  
 کس قدر تھا اس کے لئے ایک اطالوی گیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ گیت اخبار  
 ”الفتح“ نے ”جریڈۃ المشرق“ کے ۵۴۲ ویں نمبر سے الفاظ ذیل میں نقل کیا ہے۔

ایک بیس سالہ اطالوی نوجوان کے لئے سب سے زیادہ  
 تکلیف دہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے وطن کی راہ میں نہ لڑے،  
 جب کہ طرابلس میں۔۔۔ جنگ کا میدان گرم ہے اور اٹلی کا نہ ٹکا



جھنڈا اور جنگی ترانہ، اطالوی بہادروں کو گرام ہے ہیں۔  
 اے میری ماں! اپنی دُعا کو پورا کر اور رومت، بلکہ خوش ہو اور  
 ذرا سا غور کر کیا تم نہیں جانتیں کہ اٹلی مجھے بلارہا ہے اور میں  
 طرابلس کو خوشی کے ساتھ جا رہا ہوں تاکہ میں اپنے خون کو اس  
 ملعون اُمت کے تباہ کرنے میں بہادروں اور مسلمانوں سے  
 لڑوں جو دوشیزہ لڑکیوں کو پادشاہ کے لئے حلال سمجھتے ہیں  
 میں اپنی تمام طاقت سے قرآن کو مٹانے کے لئے لڑوں گا وہ نوجوان  
 کبھی شان کا مستحق نہ ہوگا جو آج اٹلی کے لئے قربان نہ ہوئے ماں  
 دلیر ہو جا اور کارروئی کو یاد کر جس نے اپنے وطن کی راہ میں اپنی تمام  
 اولاد کو قربان کر دیا تھا۔ اے میری ماں! میں سفر پر جا رہا ہوں  
 کیا تم نہیں جانتیں کہ ہمارے جہاز ہمارے سمندر کی صاف اور نیلی  
 بہروں پر ننگر ڈالیں گے۔؟ میں طرابلس کو جا رہا ہوں اور خوش  
 جا رہا ہوں کیونکہ ہمارا سہ رنگا جھنڈا مجھے بلارہا ہے اور وہ ملک  
 اس کے سایہ میں ہے۔ اے میری ماں! رومت کیوں کہ ہم زندگی  
 کی راہ میں ہیں، اگر میں واپس نہ آیا تو میرے فراق میں آنسو مت بہانا  
 بلکہ تم ہر شام کو قبرستان میں جانا۔ شام کی ٹھنڈی ہوائیں تمہارے  
 الوداع کو طرابلس لے جائیں گی وہ الوداع جو تمہیں کبھی بھی تمہارے



جگر کے ٹکرے پر ماتم نہ کرنے دیجّا اور اگر تم سے کوئی پوچھے گا کہ تم  
ماتم کیوں نہیں کرتیں؟ تو تم اُسے یہ جواب دینا "اس لئے کہ میرا  
بچہ اسلام سے لڑائی کرتا ہوا مارا گیا ہے۔ اے میری ماں! ڈھول  
بج رہا ہے اور میں جا رہا ہوں۔ کیا تم لڑائی کے ڈنکے نہیں سنتی ہو؟  
اے ماں! مجھے معاف کرنے دو۔" "الوداع"

## جہادِ ریف کی مثال

اب ہم ایک اور مثال دیں گے اور اس کے بعد یہ بحث ختم کر دیں گے  
کیوں کہ ہمارے پاس اس قدر مثالیں موجود ہیں جو شمار میں بھی نہیں آ سکتیں  
آپ کو معلوم ہے کہ ریفی لوگ کئی سال تک اہل اسپین سے لڑتے رہے  
اور آخر کار اُن پر غالب آ گئے۔ اس جنگ میں انھوں نے اسپین کے ۲۶ ہزار  
سپاہیوں کو قتل کر کے ان کی ۱۱ توپیں چھین لیں، حالانکہ ریفیوں کی کل مردم  
شماری ۸۰ ہزار ہے اور اسپین کی مردم شماری دو کروڑ بائیس لاکھ سے  
کم نہیں ہے، ریف کی سر زمین زیادہ ویران ہے اور ریفی لوگ بہت غریب  
ہیں، وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روٹی کھاتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ انھوں نے  
وہ کام کیا جس پر دنیا کے لوگ حیران ہیں۔ اگر ریفی لوگ عیسائی ہوتے  
تو ان پر ہر طرف سے کروڑ ہا روپے کی بارش ہو جاتی، انھیں یہ امداد



خواہ خفیہ طریقہ پر ملتی یا صلیبِ آحمر ریڈ کراس کے نام سے تاکہ وہ اپنے زخمیوں کا علاج کریں۔ لیکن ہم مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے اس وقت تک ریفیوں کو کتنے روپے بھیجے ہیں؟

اسپین کی شکست کے بعد فرانس نے ہسپانوی حکومت کے لڑتے تین لاکھ سپاہی جمع کر دیئے اور ریفیوں کو سمندر اور خشکی کی تمام طرفوں سے گھیر لیا گیا اور سینکڑوں ہوائی جہاز ان کے دیہات پر بم برسائے گئے۔ صرف فرانسیسیوں اور ہسپانیوں کے ہی ہوائی جہاز کام میں نہیں لائے گئے بلکہ نیویارک سے امریکہ کے ہوائی جہاز بھی لائے گئے تاکہ ریف کے مسلمانوں کو تباہ کر دیا جائے۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا مسلمانانِ عالم دور کھڑے ہوئے مزے کے ساتھ لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کئی سال کے بعد بعض غیر متمدد لوگ اٹھے۔ اور ریف کے زخمیوں کے لئے چندے کی اپیل کی تاکہ مسلمانوں میں بھی کچھ جوش و خروش پیدا ہو۔ راقم الحروف نے بھی محض قلبی خدمات پر اکتفا نہ کیا بلکہ جیستہ بے وطنی کے باوجود رہبر می کے لئے چار پونڈ چندہ بھی دیا۔ اب سن لیجئے کہ تمام عالمِ اسلامی نے مجاہدینِ ریف کے لئے کتنا چندہ جمع کیا؟ محض پندرہ سو پونڈ۔ شرم ہو مسلمانوں پر کیا تم اسی قربانی پر اقوامِ عالم پر غالب ہونے کی توقع رکھتے ہو؟



# زوالِ اُمت کا دوسرا سبب

اپنے دین اور قوم سے غداری اور دشمنوں سے وفاداری

مسلمانوں نے نہ صرف ریفیوں کو بے ادا دھوڑا بلکہ ان میں سے بعض ایسے بے حیا لوگ بھی نکل آئے جو ریفیوں کے مقابلہ میں سختی سے لڑے گویا کفار کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔ سردارِ غازی محمد بن عبدالکیم کے خلاف کئی مسلمان، قبیلے کھڑے ہو گئے اور فرانسیسیوں اور سپانیوں کو خوشی کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم وطنوں کے حق میں خیانت کی جس کا انجام اب تک وہ بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں شام کے جہاد حریث میں بھی اس قسم کے خائن اور غدار موجود تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اسلامی ملکوں میں اس قسم کی خیانت بر ملا ہو رہی ہے۔

کیا پھر ایسے ہی اعمال کی موجودگی میں ہمارے بھائی بسیونی صاحب

خدا تعالیٰ سے وعدہ نصرت پر اکرانا چاہتے ہیں؟

اگر کوئی شخص ان غداروں سے پوچھے کہ تم نے دشمنانِ اسلام کی



کیوں خدمت کی — کیا تم نہیں جانتے؟ کہ تمہاری یہ خیانت  
 دین، شرافت، جو انمردی اور تمہاری اپنی مصلحت اور سیاست  
 کے خلاف ہے —؟ تو وہ جواب دیں گے — جناب! ہم کیا کر سکتے ہیں؟  
 اجنبیوں نے ہمیں اس کام کے کر لے پر مجبور کر دیا ہے اگر ہم اسے قبول نہ کرتے  
 تو وہ ہمیں مار ڈالتے یا نقصان پہنچاتے پس ہم لوگ اگر مسلمانوں کے ساتھ  
 لڑے ہیں تو بہت مجبور ہو کر لڑے ہیں۔ یہ بے حیا اپنی مجبوری کا ذکر تو خوب  
 کر دیتے ہیں لیکن خدا کا یہ قول بھول جاتے ہیں۔

اَلتَّحْشُوتُ لَهُمْ ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ  
 اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ  
 كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ  
 کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ — اگر ڈرتے  
 ہو تو تم مومن نہیں۔ کیونکہ اگر مومن ہو تو اللہ  
 اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ اُس کا ڈر تمہارے  
 دل میں بسا ہو۔ !

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

فَلَا تَخَافُوهُمْ خَافُوْنِ  
 اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ  
 اگر تم ایمان رکھنے والے ہو تو شیطان  
 کے ساتھیوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو

پس اس قسم کے بیہودہ عذرات سے کوئی غدار مسلمان اپنی صفائی نہیں  
 کر سکتا اور نہ یہ کوئی جائز اور درست عذر ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ  
 اجنبی طاقتیں مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتی ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی



جاننا چاہئے کہ انہی اجنبیوں نے کئی نیک مسلمانوں کو مختلف قسم کی خیانتوں پر آمادہ کرنا چاہا مگر انھوں نے ان کی فرمائشوں کو اسی وقت رد کر دیا اور انکے اس انکار سے نہ تو آسمان اُن پر ٹوٹ پڑا اور نہ زمین ان کے قدموں کے نیچے سے نکل گئی۔ کیا آپ نے کبھی اس حقیقت پر غور کیا ہے کہ اجنبی لوگ ان مسلمانوں پر جو ان کی خواہشات سے انکار کر کے اپنی ملت سے خیانت نہیں کرتے کیوں خفا ہوتے ہیں۔؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ شروع شروع میں جب اہل مغرب نے اسلامی ملکوں کو فتح کیا تو انہیں بڑی سہولت کے ساتھ ایسے بے شرم مسلمان مل گئے۔ جنہوں نے اپنی قوم کے خلاف خوشی خوشی اپنی خدمات ان کو پیش کر دیں اور انکی صفوں میں کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے دین اور وطن پر ترجیح دی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑنے لگے اگر شروع میں یہ بات نہ ہوتی تو کبھی کسی اجنبی کو یہ جرأت نہ پڑتی کہ وہ مسلمانوں کو اپنی مصلحت کے لئے اس قسم کی خیانت پر آمادہ کرتا۔ یا زبان ہی سے ایسی بات نکالتا یا کسی مسلمان کو اس لئے موت کی سزا دی دیکھائی کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر اپنے مسلمان بھائیوں کو کیوں قتل نہیں کرتا۔؟

## عزت اور آبرو کی موت

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں موت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک موت وہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور جو زندہ رہنے کیلئے ہوتی ہے یہ موت اس مومن کو



نصیب ہوتی ہے جو کسی دشمن کو اپنے وطن سے ہٹانے کے لئے مرجائے اور موت کا  
جام نوش کرنے سے پہلے میدان سے پیچھے نہ ہٹے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے  
تأخرت استبقى الحیات فلم أجد      لنفسی حياة مثل ان اتقدما  
میں زندہ رہنے کے لئے میدان جنگ سے پیچھے رہا، لیکن میں نے  
اپنے نفس کے لئے کوئی زندگی نہ پائی، زندگی تو صرف آگے بڑھنے  
والوں کے لئے مخصوص تھی۔

یہ وہی موت کا پیالہ ہے جو ایک فرانسیسی، فرانس کو زندہ رکھنے کے  
لئے۔ ایک جرمن، جرمنی کو زندہ رکھنے کے لئے اور انگریز انگلستان کو زندہ  
رکھنے کے لئے خوشی سے پی لیتا ہے۔ بلکہ اسے فرض عین سمجھتا ہے اور  
ایک لمحہ کے لئے بھی اس فرض سے انکار نہیں کرتا۔ یہ تو موت کی پہلی قسم ہے۔  
موت کی دوسری قسم یہ ہے کہ

ایک مسلمان کسی اجنبی حکومت کی خدمت کرتا ہوا لڑائی میں مرجائے  
یعنی اس لئے مرے تاکہ اس کا اجنبی آقا اپنے کسی دشمن پر خواہ وہ  
مسلمان ہی کیوں نہ ہو غلبہ حاصل کرے مثال اس کی یہ ہے کہ افریقہ کا  
مغربی، فرانسیسیوں کی خاطر جرمنی سے لڑتا ہوا مرجائے یا ایک ہندوستانی  
انگریزوں کی خاطر عربوں اور ترکوں سے لڑتا ہوا مرجائے۔

حالانکہ جب فرانسیسیوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے



تو فریقہ میں اور زیادہ سخت متکبر ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق کو  
دل کھول کر مضحکہ کرتے ہیں اور ان کی جائیدادوں کو چھینتے ہیں۔  
چنانچہ جنگ عظیم کے بعد ایسا ہی ہوا ہے اور ہماری اس بے غیورتی کے  
باعث ان کی جرأت اور ہمت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اب وہ بربروں کو  
عیسائی بنانے کے درپے ہیں اور اس کی عملی کوششیں شروع ہو چکی ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ افریقہ کا مغربی دریائے رائن کے کنارے پر  
مرے یا ستام کے میدانوں میں، وہ اس لئے مرتا ہے کہ اس کا ملک اور  
زیادہ مرجائے، کیونکہ فرانسیسیوں کو خارجی دنیا میں جس قدر زیادہ  
طاقت حاصل ہوگی وہ افریقہ کے مغربیوں کو اسی قدر زیادہ تکلیف  
دیں گے اور انھیں ذلیل و خوار کریں گے۔ اسی طرح وہ ہندوستانی  
جو انگریزوں کی خاطر گردن کٹاتا ہے وہ ہندوستان کی غلامی کو اور زیادہ  
کرو دیتا ہے۔ اسی طرح وہ تاتاری جو روسیوں کی خاطر مرتا ہے اُسے اس کے  
سوا اور کوئی بدلہ نہ ملے گا کہ روسی لوگ تاتاریوں کو اور زیادہ ستائیں  
اب غور فرمائے۔ کہ یہ سب موتیں بھی بہر حال موتیں ہیں جو تھوڑا سا زخم  
کھا کے انسان کو موت کے دروازہ تک لیجاتی ہے، مگر وہ موت جو سیدھے  
راستے سے انسان کو موت تک پہنچاتی ہے، یہ ہے کہ افریقہ کا مغربی خود  
فرانسیسیوں سے لڑے یا ہندوستانی انگریزوں سے لڑے اور مرجائے



یہ موتیں وہ ہیں جن سے ان کا وطن اور وطنی بھائی ظلم سے رہائی حاصل کر سکتے ہیں

## مراکش اور شام کے بڑے بڑے لوگوں کی غداریاں

اگر یہ باتیں عوام الناس تک محدود رہتیں تو ہم ضرور یہ کہتے کہ وہ پیچھے کیا جانیں۔؟ وہ تو جانوروں کی طرح ذبح خانے کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔ وہ نہ قرآن حکیم کے احکام سے واقف ہیں، نہ سنت کو جانتے ہیں، نہ سیاسیات سے باخبر ہیں لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اچھے بھلے ذی وجاہت لوگ بھی اپنی قوم اور وطن سے غداریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مراکش کے وزیراعظم المقرنی اپنے ہم وطن مسلمان بربریوں کو عیسائی بنانے میں جس قدر کوشش کر رہا ہے، شاید ہی کوئی فرانسیسی کرتا ہو گا۔ اسی طرح البغدادی نے جو فاس کا گورنر ہے اس کام کو جس "اخلاص" سے انجام دیا ہے میرا خیال ہے کہ کوئی کافر بھی انجام نہ دے سکتا چنانچہ اس نے تقریباً ایک سو نو جوانوں کو اس لئے کوڑے لگائے کہ قروین کی جامع مسجد میں اس طرح وظیفہ خوانی کرتے تھے۔

یا لطیف الطف بما جرت به المقادیر  
ولا تفرق بیننا و بین اخواننا البرابر

اے لطیف خدا! تو مقدور کو ہلکا کر

اور ہم کو اپنے بربری بھائیوں سے جدا



اس کے علاوہ فاس کے مفتی کو بھی نہیں بھولنا چاہئے جس نے  
یہ فتویٰ دیا کہ بربری لوگ شریعت اسلامی پر عمل نہ کرنے سے دائرہ  
اسلام سے خارج نہیں ہو جاتے۔

تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ یہ سب خائن بڑھے ہو گئے ہیں۔ اور  
مسلمانوں کے مالوں کو بہت کھاپی چکے ہیں، تاہم وہ اب تک فرانسیسیوں  
کی چالوسی کے درپے ہیں، ان کے تقرب پر جان دیتے ہیں اور کسی وقت  
بھی اپنے اخلاص کی نمائش سے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ ان حرکات سے  
ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے عہدوں پر قائم رہ سکیں۔

لطف یہ ہے کہ ان خائون کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فرانسیسیوں  
کا اس نئے قانون سے جس میں بربریوں کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے  
کیا منشا ہے۔ اور انھوں نے بربریوں کو اسلام سے الگ کرنے کے لئے  
کیا کیا تیاریاں کی ہیں۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بے شمار پادری، اور  
سیچی مشنری کس طرح بربریوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ان کے  
یتیم بچوں کو غریبوں کو اور کم ایمان والوں کو تلاش کر کے اپنے  
جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ یہ بھی جانتے ہیں کہ فرانسیسیوں  
مسلمانوں کے عالموں اور مبلغوں کا بربریوں میں پھرنا قطعاً ناجائز  
کر دیا ہے تاکہ مشنریوں کو اپنا کام سرانجام دینے میں آسانی ہو



ہمارا قیاس یہ ہے اور یہ کچھ بعید از عقل بھی معلوم نہیں ہوتا  
 کہ المقریٰ اور البغدادی ان لوگوں میں سب سے اول ہوں گے  
 جنہوں نے بربریوں میں علمائے اسلام کے پھرنے اور وعظ کہنے کو  
 ممنوع قرار دئے جانے پر اپنے دستخط ثبت کئے ہوں گے اور یہ  
 بھی ہو سکتا ہے کہ المقریٰ نے مسلمانوں کے بیت المال میں سے  
 اپنا رسالہ "مراکش الکاتولیکہ" کے لئے ایک فنڈ مقرر  
 کر لیا ہو، کیونکہ اس رسالہ کا مقصد اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ  
 اسلام کی بُرائی بیان کی جائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ذات پاک پر حملے کئے جائیں اس رسالہ کے کئی نمبر ہمارے پاس موجود  
 ہیں ان کے اوراق اسی قسم کے مقالوں سے بھرے پڑے ہیں۔

ان سب باتوں کے باوجود المقریٰ کو آپ دیکھیں گے کہ وہ  
 بسبب نمازیں پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح  
 ہے اور ہمیشہ دُرود و سلام میں مشغول رہتا ہے اور اسی طرح  
 یہ بد بخت البغدادی بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قبروں کے  
 سامنے بچھے رہتے ہیں، اولیاء اللہ سے اداویں مانگتے ہیں اور خلقِ خدا پر  
 اس قسم کی جھوٹی پرہیزگاری جتاتے ہیں۔ باقی یہ مفسد صاحب تو  
 ان کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں وہ تو ہر حال مفسد ہیں، اور



اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دن میں جماعت کے ساتھ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور تہجد و اشراق اور وتر و نفل کے پڑھنے میں بھی حتی الوسع دریغ نہیں کرتے۔ خدا کی لعنت ہو ان سب پر!

یہ باتیں نہ صرف افسریقہ میں ہوئیں بلکہ ہمارے ہاں ملک شام میں بھی فرانسیسیوں کی فتح کے بعد یہاں بھی کئی مولوی اس قسم کی خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگرچہ ان کی خیانت کسی حد تک مذہبی خیانت نہیں تاہم وطنی خیانت ضرور ہے، چنانچہ جب فرانسیسیوں نے بعض ولویوں کو کہا کہ وہ "الموتمر السوری الفلستانی" کے خلاف دجوشام اور فلسطین کی خود مختاری کے لئے کوشش کریں تھی، لیگ آف نیشنز کو تاریں بھیجیں اور اس سے نفرت و بیزاری اور بے تعلقی کا اظہار کریں تو ان بڑی بڑی لگڑیوں والے لمبی لمبی عباؤں اور موٹی موٹی گردنوں والے اور بڑے پیٹ والے مولویوں نے فی الفور اس مجوزہ تجویز پر دستخط کر دیئے۔

پس اگر میں یہ نہ کہوں کہ ان پر خدا کی لعنت ہو تو شاید میرے افسریقہ کے بھائی مجھ پر ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہمارے صدر اعظم اور مفتی اکبر پر تو لعنت بھیجی مگر اپنے شام کے مولویوں کو اس "لعنت" سے بچا لیا۔



پس میں عدل و انصاف کے تقاضے سے ان سب پر لعنت بھیجتا  
ہوں خدا ان سب پر لعنت کرے جو اجنبیوں کی ہر خواہش کو  
بلا لیت و عمل پورا کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ دین اور وطن کے لئے کس قدر  
بھی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔ !

اب شاید براورم محمد بسیدو فی عمران صاحب یہ کہیں گے  
کہ اس قسم کی خیانت کرنے والے لوگ دنیاۓ اسلام میں بہت  
کم ہیں اور تمام مسلمان ان کی بدکاریوں اور برائیوں کے ذمہ دار نہیں  
ہیں تو اس کے جواب میں گذارش ہے کہ سب سے اوّل یہ یاد رکھنا  
چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جب رحمت اترتی ہے تو وہ خاص ہوتی ہے  
اور جب مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ عام ہوتی ہے۔ جس کبھی تسلیم  
نہیں کر سکتے کہ ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اور عام  
مسلمان ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اگر عام مسلمانوں  
کو اپنے فرائض کا احساس ہوتا اور وہ ان خاموشوں کی سرکوبی کرتے  
رہتے تو یہ لوگ کبھی بھی ان کے دین اور دنیا کو فروخت کرنے کی  
جرات نہ کر سکتے بلکہ اس کے خلاف ان کی یہ حالت ہوتی کہ اگر فراموشی  
ان کے سامنے کوئی ایسی تجویز پیش کرتے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضر ہو  
تو اگر اس کو ملتوی نہ کر سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کرتے کہ وہ اپنے عہدوں



استعفیٰ ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ فرانسیسی  
 ان کے عہدے بعض دوسرے مسلمانوں کو دیدیتے لیکن جب وہ یہ دیکھتے  
 کہ یہ نئے عہدے دیدار بھی اس تجویز کو عملی جامہ نہیں پہناتے تو انہیں مجبوراً  
 یہ نتیجہ نکالنا پڑتا کہ صراحتاً تکرار اور ضد سے کوئی فائدہ نہیں اور اس کے بعد  
 وہ اپنے مذموم ارادہ و خیال سے ضرور دست کش ہو جاتے لیکن  
 موجودہ حالت بہت افسوسناک ہے اس لئے کہ فرانسیسی لوگ مسلمانوں  
 کی امداد سے اسلام کو تباہ و برباد کرتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی  
 کہتے جاتے ہیں کہ ہمارا تو اس معاملہ میں کچھ بھی قصور نہیں، یہ جو کچھ بھی  
 ہو رہا ہے تمہارے اپنے بھائی کر رہے ہیں۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فرانسیسی لوگوں نے بربروں کو خواجہ  
 از اسلام قرار دیئے جانے کے متعلق کیا پروپیگنڈا کیا ہے؟  
 انھوں نے صاف اعلان کیا ہے کہ یہ قانون شاہ مراکش اور اس کی  
 گورنمنٹ نے منظور کیا ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

## مسلمانوں کے مُسلمان دشمن

ان حالات میں ہمارے بھائی یسویٰ عمران صاحب فرامیں  
 کیا یہ وہی اسلام ہے جس کی بنا پر آپ خدائے مسلمانوں کی نصرت اور تائید کا مطالبہ کرتے



ہیں۔ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ

دیا درکھو! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، کہ تمہارا

يُحْدِثُ الْفُرْقَةَ بَيْنَكُم

پروردگار آبادیوں کو ناحق ہلاک کر دے

وَأَهْلُهَا مُصِلُونَ

اور اس کے باشندے اعمال صالحہ لکھتے ہوں

پس جب تک ہم مسلمانوں میں فتنہ اور غدار مسلمان  
موجود ہیں اور انہیں ان کے اعمال سے کوئی ٹرو کئے والا نہیں ہم  
یقینی طور پر ایسی ہی ذلت اور خواری کے مستحق رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے  
جنابیوں کو یہ طاقت نہیں دی کہ وہ اسلامی ممالک کو فتح کریں۔  
انہیں اپنا غلام بنائیں اور ان کے مالوں پر قبضہ کر لیں بلکہ اس ظلم کے  
ہم ذمہ دار ہیں۔ ہم نے خود اپنی غدار سے اسلامی ممالک کو  
غیروں کے قبضے میں دے دیا ہے۔ اب مسلمانوں کی ذلت، پستی اور محکومیت  
خدا تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو زندگی کا سبق سکھایا جائے۔  
اور ان کے بروں کو نیکیوں سے اس طرح علیحدہ کر دیا جائے جس طرح  
اگ سونے کو کھوٹ اور سیل سے پاک اور صاف کر دیتی ہے۔ اس  
بالے میں اللہ تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔

لوگوں کے اعمال کے سبب خشکی اور سمندر

میں فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان

ظَهَرَ الْفُسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ



بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ  
يَرْجِعُونَ ۝  
لوگوں کو ان کے اعمال کا کچھ بدلہ دیں۔  
شاید کہ وہ باز آجائیں۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی خرابی یہاں تک  
پہنچ گئی ہے کہ آج مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان ہیں۔  
یہ انتہا ہے کہ اگر کوئی سچا مسلمان اپنی ملت اور وطن کی خدمت کرنا  
چاہتا ہو تو وہ اپنے مسلمان بھائی سے اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی خوف  
کھاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی بات سن کر کسی اجنبی کو پہنچا دے  
اور جاسوسی کرے اور اس کی حیل کھائے۔ ایسی حیلچوری اور جاسوسی کا  
مقصد یہ ہوتا ہے کہ اجنبیوں کو فائدہ پہنچایا جائے وہ مسلمانوں سے  
ہوشیار رہیں اور مسلمان اپنی قوم اور دین کے لئے کچھ نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ  
ہماری حالت پر رحم فرمائے۔

شاہ ابن سعود کا قول ہے کہ ”مجھے مسلمانوں اور صرف مسلمانوں  
سے ڈر ہے میں اجنبیوں سے نہیں ڈرتا“ اور اس میں کچھ شک نہیں ہے  
کہ اجنبیوں نے مملکت اسلام میں جس قدر بھی فتوحات حاصل کی  
ہیں اگر وہ سب کی سب مسلمانوں کے ہاتھ سے پوری نہیں ہوئیں تو ان  
فتوحات کا نصف یا تہائی حصہ ضرور مسلمانوں کے ہاتھ سے پورا ہوا ہے۔  
دشمنان اسلام کو مسلمانوں میں ایسے بہت لوگ مل جاتے ہیں



جو ان کی بہبودی کے لئے اپنی قوم کی جاسوسی کرتے ہیں، اجنبیوں کے حق میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ شامل ہو کر تلوار اٹھاتے ہیں اور اپنی قوم کی گردنیں کاٹ کاٹ کر رکھ دیتے ہیں ان حالات میں فرمائیے کہ اب اسلام اور ایمان کہاں ہے۔؟ اور خدا کے اس فرمان کی کسے پروا ہے۔؟

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ  
مومن تو آپس میں بھائی ہیں

اور قرآن کی یہ آیت کسے یاد ہے۔۔۔؟

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَمِنْهُمْ  
اور تم میں سے جو کوئی ان دکافروں کو

فَإِنَّهُمْ مِنْهُمْ  
رفیق بنائے گا وہ انہی میں سے سمجھا جائے گا

نیز خدا کے اس حکم کی تعمیل کرنے والے کہاں ہیں۔۔۔؟

إِنَّمَا يَنْفَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ  
اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کی امداد اور تعاون سے

فِي الدِّينِ وَآخِرُ جُودِكُمْ دِيَارِكُمْ  
منع کرتا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین میں لڑائی کی

وَأَخْرَجَكُمْ عَنْ دِيَارِكُمْ  
اور تمہیں اپنے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے کے لیے

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ  
جنہوں نے (تم میں سے) ان کے ساتھ دوستی کی وہ ظالم ہوں گے۔

اسی حکم کے مطابق یہ بھی حکم ہے۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا  
پس اگر تم مومن ہو تو چاہئے کہ آپس میں جھگڑا

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
نہ کرو، اللہ سے ڈرو، اپنا باہمی معاملہ درست

رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو



کیا خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اور ایمانی دوستی ایسی طرح  
ہوتی ہے کہ غیروں کے لئے مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا جائے؟  
پھر کیا خدا ایسے لوگوں کو عزت و نصرت دے گا اور اس زمین پر حکمران  
بنائے گا جو اپنی قوم اپنے وطن اور اپنی ملت کے خلاف غیر طاقتوں کی  
خدمت اور وفاداری کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہیں؟ —  
اب اس مسئلہ کے اصلاحی پہلو پر غور فرمائیے۔

اگر کوئی غیر مسلم ان بزرگوں کو ملاست کرے اور انھیں خیانت  
اور غداری سے منع کرے تو ہمیشہ یہی جواب دیں گے۔  
جناب والا! نہ ہم لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اجنبیوں کے ظلم  
ستم سے محفوظ رہ سکتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ  
بے شک بڑا ہے۔ لیکن ہم سے کئی گنا زیادہ برا ایمان کرنے والے  
اور لوگ بھی تو موجود ہیں۔

بس انہی عذرات کو عذر لنگ کہتے ہیں غور تو کیجئے! اگر یہ لوگ  
اپنی تلواروں سے اپنی قوم اور ملت کی خدمت نہیں کر سکتے تھے تو قلموں  
کو جنبش دیتے، اگر قلموں کو جنبش نہیں دے سکتے تھے تو پھر زبان  
سے خدمت کرتے۔ اگر زبان سے بھی خدمت کا موقع نہ پاتے تھے تو کم از کم  
دل ہی سے کفار کو برا سمجھتے۔ لیکن ان کم بختوں نے کچھ بھی نہ کیا



البتہ کیا تو یہ کیا کہ دشمنانِ اسلام کے لئے اپنی قوم کی مصلحت کے خلاف جاسوسی کی اور اس ذلت کے باوجود اب وہ بہت خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں اور بے خبر پڑے عیش کی زندگی گزار رہے ہیں ان کو نہ غم ہے نہ فکر، نہ حیا ہے اور نہ شرم ہے وہ مسلمانوں کے حقوق کو فروخت کر کے ان کی قیمت کھاتے ہیں وہ اپنے آرام کے عاشق ہیں، ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے اور انہیں ملامت بھی کوئی نہیں کرتا۔ اور نہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا مسلمان موجود ہے جو انہیں انکی غداریوں اور بدکاریوں کا بدلہ دے سکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان برابر نہیں ہیں مثلاً افغانیوں میں کوئی ایسا آدمی نہ ملے گا جو دشمنانِ اسلام کی خدمت کرے اور پھر زندہ بھی رہے۔ اسی طرح وہابیوں میں بھی یہ بات نہیں ملتی۔ پھر مصریوں میں بھی سیاسی احساس یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ کوئی آدمی یہ جرات نہیں کر سکتا کہ وہ اجنبیوں کے حکم کو اپنی قوم کے حکم پر علی الاعلان ترجیح دے سکے یا اجنبیوں میں صاف طور پر کھڑا ہو سکے۔ لیکن افسوس کہ اسلام کے دوسرے ملکوں میں یہ بات بھی موجود نہیں ہے، ان ممالک میں جو شخص بھی چاہتا ہے بڑی سہولت اور بے شرمی کے ساتھ دشمنانِ اسلام کا دغا دار بن جاتا ہے



اور علی الاطلاق ان کی حمایت کرتا ہے۔ اب فرمائیے۔

کیا خدا ایسے ہی مسلمانوں کو اپنی حفاظت عطا فرمائے گا اور یہ وعدہ پورا کریگا؟

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے جو تم میں سے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کئے کہ ان کو زمین پر خلافت

فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ

عطا فرمائے گا اسی طرح جیسے ان سے پہلے بنی اسرائیل وغیرہ

مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ

گذشتہ امتوں کو عطا فرمائی تھی اور جو دین ان کیلئے اس نے

دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَ

پسند کیا وہ اسلام ہے اس کو دنیا میں قائم کر کے رہے گا۔

لَيُعَبِّدَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوَافِهِمْ

نیز خوف اور خطرے کی اس زندگی کے بعد ان پر طمانیت

أَمْنًا لَيُعَبِّدُنَّ وَأَنفِيَ الْإِشْرَاقَ

اور رحمت کا ایسا دور طاری کر دیگا کہ وہ باطمینان اللہ کی

عباد کریں گے کسی کو اس کا شریک نہ گردانیں گے۔

بِشَيْءٍ

سُئِلَ: خدا اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدہ خلافت کا اشارہ

آج کل کے مسلمانوں کی طرف ہو، وہ مسلمان اپنی قوم کے خائن ہیں اور غیروں کے

وفا دار ہیں۔ اور ان کی رضا جوئی کے لئے اپنے بھائیوں کو ہر قسم کے

نقصانات پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے بلکہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر

وہ ہر ذریعہ سے ذلیل کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں حالانکہ

خدا نے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے ان کی

بد اعمالیوں سے ظاہر ہے کہ ان کا سینہ دراصل ایمان سے خالی ہے۔



مذکورہ بالا آیت کا اشارہ ان مسلمانوں کی طرف  
 نہیں جنہوں نے اپنی قوم کے مقابلہ میں دشمنوں کو امداد دی ہے ان کی جاسوسی  
 کی ہے اور اپنے وطن اور ملت کی خرابی کے لئے اجنبیوں کے وفادار  
 بن گئے ہیں اور انہوں نے اپنے اسلام کے لئے صرف یہی کافی سمجھ رکھا ہے  
 کہ نماز پڑھو، درود بھیجو اور ہر وقت ایک لمبی سی تسبیح اپنے ہاتھ میں پکڑے رہو۔  
 اگر یہ باتیں کسی شخص کو مسلمان بنانے کے لئے کافی ہوتیں تو قرآن یہ اعلان نہ کرتا۔  
 اے فرزندانِ اسلام۔! جہاد کے لئے نکلو، صبر کرو، سچے ہو جاؤ، تکلیفیں اٹھاؤ،  
 اپنے مومن بھائیوں کی مدد کرو، انصاف سے کام لو، اور احسان کرو۔ اگر صرف درود  
 و وظائف کسی انسان کو مسلمان بنانے کے لئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ و  
 أَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ و  
 أَرْوَاحُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ  
 اقْتَرَفْتُمُوهَا وِتِجَارَةٌ تَحْشَوْنَ  
 كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ  
 تُرَضُّونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ  
 اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ  
 فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا

وہ بے پیغمبر! مسلمانوں سے کہہ دو اگر ایسا ہے  
 کہ تمہارے باپ، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں،  
 تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری  
 تجارت جس کے سدا پر جانے سے ڈرتے ہو، تمہارے  
 رہنے کے مکانات جو تمہیں اس قدر پسند ہیں،  
 یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے اس کے رسول سے  
 اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں  
 تو دیکھو تمہارا محتاج نہیں، منتظر کرو۔



حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۝

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الْفَاسِقِينَ ۝

یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے، وہ تمہاری  
آئے اور اللہ کا مقررہ قانون ہے کہ وہ،

فاسقوں پر دکامیابی و سعادت کی راہ نہیں کھولتا

کیا ہمارے دوست بسیوفی عمران صاحب یہ کہہ سکتے ہیں

کہ آج کل کے مسلمانوں میں سوائے شاذ و نادر کے کوئی مسلمان ایسا

مل سکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور انھیں اپنے

باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، تجارت اور جائیداد پر ترجیح دیتا ہو۔

## ایک قابل غور مثال

اب ہم ایک اور مثال دیں گے جس سے مسلمانوں کی بہت

اور ایمان کا اندازہ لگ سکے گا اور وہ یہ ہے :-

ہم خدا نخواستہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ فرانسیسی لوگ بربروں کو

عیسائی بنانے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور روما کا پوپ کیتھولک عیسائیوں سے

چندہ کی اپیل کرتا ہے کہ اسی لاکھ بربری مسلمان چالیس کروڑ

عیسائیوں میں شامل ہو جائیں اور ان کے لئے گرجے، سکول، نیم خانے

اور ہسپتال بنوائے جائیں۔ آپ فرمائیے :- اس اپیل کے جواب میں انہیں

کتنے کروڑ روپے ملیں گے؟ ظاہر ہے کہ کروڑوں روپے جمع ہو جائیں گے



لیکن اگر یہی اپیل پرنٹسٹنٹ عیسائیوں سے کی جائے تو ان کا چندہ  
 کیتھولک کے چندہ کی نسبت یقیناً دو گنا ہو گا اور یہ رقم بہت  
 کم مدت میں جمع ہو جائے گی۔

اب ہم مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ دیکھو — !  
 تمہارے بربری بھائی اسلام سے مرتد ہونے کے قریب پہنچ گئے ہیں اور اس  
 ارتداد کا باعث محض جہالت ہے۔ پس ذاتہاً افسوس ہے کہ تم اُن  
 لوگوں میں اپنے علماء بھیجو تاکہ وہ انہیں اچھی طرح سے اسلام سکھا دیں  
 نیران کے لئے مسجدیں، سکول، یتیم خانے بنوا دیں تاکہ وہ اسلام پر  
 قائم رہ سکیں۔ فرمائیے۔! ہماری اپیل کا کیا نتیجہ ہو گا۔؟ میرا خیال ہے  
 کہ جان توڑ کوشش اور دوڑ دھوپ کے بعد بھی شاید مسلمانوں کا چندہ  
 عیسائیوں کے چندہ کا سوواں حصہ ہو گا۔ اس سے زیادہ کبھی نہیں ہو گا۔ پس  
 اس مثال سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی حیثیت عیاں ہو گئی! اب اس کے بعد  
 یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان کیوں ذلیل ہو گئے اور دیگر اقوام کیوں ترقی  
 پزیر ہیں۔

## مسلمانوں پر تعصب کا الزام اور اس کی حقیقت

عیسائیوں کے شہرہ آفاق تعصب کے باوجود عیسائی مصنف اور



اخبار نویس اور ان کے مشرقی شاگرد، دوسروں پر تعصب کا الزام لگانے میں شرم محسوس نہیں کرتے اور اپنے آپ کو وسیع دلی بتاتے ہیں چنانچہ یہ لوگ راقم الحروف کے علاوہ سید رشید رضا اور عبد الحمید بک سعید رئیس جمعیتہ الثبانیان المسلمین وغیرہ کو جو مسلمانوں کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جگاتے ہیں ہمیشہ متعصب کے نام سے موسوم کرتے ہیں پھر لطف یہ ہے کہ ہم صرف عیسائیوں کے نزدیک ہی متعصب نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں کے نزدیک بھی متعصب سمجھے جاتے ہیں جو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے حکموں اور مسلمانوں کی ضرورتوں سے بے پروا ہو چکے ہیں اور بعض دفعہ عیسائیوں کی دوستی حاصل کرنے کے لئے دین اسلام اپنا بے پروا ہونا بھی ان پر بتا دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرنگیوں کے نزدیک کوئی مسلمان صرف اسی وقت غیر متعصب ثابت ہو سکتا ہے جبکہ وہ بربریوں کو عیسائی بنانے میں فرانسیسیوں کی کوششوں کا حال سن کر اپنی آنکھیں بند کر لے یا وہ جب سنے کہ الینڈ والوں نے جاوا میں دس لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا ہے جیسا کہ الینڈ پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے کہا ہے، تو یہ کہہ دے کہ مجھے کوئی پروا نہیں، جاوا کے رہنے والے عیسائی ہوں کہ مسلمان مذہب کی تبدیلی ان کا پرائیویٹ معاملہ ہے اور اس کا تعلق ان کے ضمیر سے ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا



کرے تو وہ تہذیب یافتہ سمجھا جائے گا۔ اور تمام یورپ میں اس کا ذکر ہو گا۔ لیکن اس کے خلاف عیسائیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ کریں بلکہ توہین، ہوائی جہاز اور ٹینکوں تک کو کام میں لائیں اور مسلمانوں کو شعارِ دینیہ کی ادائیگی سے روک دیں اس کے علاوہ اسلام کو شکست دینے کے لئے اسلامی ملکوں میں بھی ہر قسم کا پروپیگنڈا کریں، یہ لوگ تو ان سب حرکات کے باوجود بھی مہذب، تمدن اور جنتیہ رہ جاتے ہیں مگر مسلمان اپنے بھائیوں کو بچا بھی نہیں سکتے اگر وہ ایسا کریں تو تمام یورپ میں ڈھنڈو وہ پیٹ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ کتنے فرقہ پرست اور متعصب ہیں۔

اب ایک اور تماشہ دیکھئے یورپ کی یہ تمام سینہ زوریاں ظاہر ہیں حکومتِ فرانس اپنے آپ کو غیر متعصب کہلانے کے باوجود بریوں کو عیسائی بنارہی ہے اور ہائینڈ کی گورنمنٹ جاوا میں مشنریوں کی حمایت کر رہی ہے۔ مجسم گورنمنٹ کونگو کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے ہے۔ برطانوی حکومت یوگنڈا، دارالسلام اور سوڈان میں اسلامی تبلیغ کی روک تھام کر رہی ہے یہ اور ایسی ہزاروں مثالوں کے باوجود یہ نام نہاد اور مغرب زدہ مسلمان اب تک ناواقف مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یورپ نے چونکہ دین کو بالکل پس پشت چھوڑ رکھا ہے



اس لئے وہ کامیاب ہو گیا ہے اور مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتے جب تک  
کہ اسلام کو خیر باد نہ کہیں۔

ترکی میں اس قسم کا پروپیگنڈا کیا گیا تھا اور بہت سے  
لوگ ان کے جال میں سوچے سمجھے بغیر پھنس گئے تھے یہ ترکوں کے پیرو  
جب مصر، شام، عراق، اور ایران میں بھی بعض لوگوں سے ملتے  
ہیں تو ایسی ہی خلاف حقیقت باتیں بلاتامل کرتے رہتے ہیں افسوس یہ ہے  
کہ ان دجالوں کی باتوں کو صحیح تسلیم کرنے والے سادہ لوح مسلمان  
ہر جگہ مل جاتے ہیں۔

---



# زوالِ امت کے اہم اسباب

مسلمانوں کے اسبابِ زوال میں یہ چند باتیں بہت اہم ہیں

## ۱ جہالت

سب سے اول جہالت ہے۔ کچھ شک نہیں کہ جاہل لوگ جو سرکہ اور شراب میں بھی تمیز نہیں کر سکتے ہر قسم کی بیہودگی کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور جواب کی طاقت نہ رکھنے کے باعث ہر وقت اغیار کے فریب کا شکار رہتے ہیں

## ۲ کم علمی

دوسری وجہ مسلمانوں کی کم علمی ہے یہ چیز جہالت سے بھی بدتر ہے کیوں کہ اگر سچا عالم مل جائے اور انھیں راہِ راست پر آمادہ کر سکے تو وہ فی الفور راستی کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن نیم تعلیم یافتہ اشخاص اپنی منطق کے سامنے کسی کا قول بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مشہور مقولہ ہے ”نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملا خطرہ ایمان“ میری اپنی رائے بھی یہی ہے کہ پورا جاہل، آدمی جاہل سے بہتر ہے۔

## ۳ اخلاق کا زوال



تیسری چیز مسلمانوں کے اخلاق کا گر جانا ہے ہم نے قرآن کریم کی  
ارشاد فرمائی ہوئی اچھی صفات جن سے ہمارے اسلاف اعلیٰ مرتبوں تک پہنچے  
بالکل ترک کر دی ہیں اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ قوم کو بنانے اور  
بڑھانے کے لئے علوم اور معارف کی نسبت اخلاق عالیہ کی موجودگی کہیں  
زیادہ ضروری ہے اسے الشعار شوقی کیا خوب کہتا ہے

وَ اِنَّمَا الْاَمَلُ الْاَخْلَاقُ مَا بَقِيَتْ

فَاِنْ هُمْ ذَهَبَتْ اخْلَاقُهُمْ ذَهَبُوا

قومیں تب زندہ رہتی ہیں جب تک ان میں اخلاق زندہ ہوں

اور اگر ان کے اخلاق چلے جائیں تو وہ خود بھی چلی جاتی ہیں۔

## ۴ علماء اور سلاطین کا زوال

مسلمانوں کے زوال کے اہم وجوہات میں سے ان کے علماء اور  
حاکموں کی کمزوری ہے یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عام لوگ محض ان کی خدمت  
کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کا حق ہے کہ وہ ان کے ساتھ جو چاہیں سلوک  
کریں اور یہ حال ان کے دماغوں میں بیان تک ترقی کر گیا ہے کہ اگر کوئی  
شخص راہ راست پر لائے تو وہ اُسے مار ڈالنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔  
زیادہ افسوس یہ ہے کہ ان ظالم حاکموں کو ایسے منافق مولوی ملے ہوئے ہیں  
جو ہمیشہ حق پرستوں کو باغی قرار دے کر قتل کے فتوے دیتے رہتے ہیں۔



حال نہ ان کا فرض یہ تھا کہ حکام کو سیدھا راستہ دکھاتے چنانچہ  
 قدیم حکومتوں میں عالموں اور مولویوں کا کام وہی تھا جو آج کل پارلیمنٹ کا  
 کام ہے۔ وہ قوم اور حاکم پر نگرانی رکھتے تھے اور جب کبھی قوم پر ظلم  
 ہوتا تھا تو فوراً اپنی آواز بلند کر کے حاکم وقت کو تنبیہ کر دیتے اور  
 اس طرح مسلمانوں کا کام ہمیشہ درست رہتا تھا۔

اس درستی کی بڑی وجہ یہ تھی یہ علماء پرہیزگار تھے۔  
 دنیا کے ساز و سامان سے بے پروا تھے انھیں یہ فکر نہ تھی کہ حاکم ان  
 کی نصیحت سے ناراض ہو جائے گا جب تک مسلمانوں میں ایسی جماعت نہ  
 رہی کسی خلیفہ یا حاکم کو علی الاعلان ظلم کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ  
 وہ جانتے تھے کہ عام اُمت علماء کے پیچھے ہے اور علماء حق پرست ہیں  
 لیکن افسوس کہ ان اچھے اور سچے عالموں کے بعد ایسے علماء پیدا ہوئے  
 جنہوں نے علم کو روٹی ٹکمانے کا ذریعہ بنا لیا اور دنیا کو شکار  
 کرنے کے درپے ہو گئے ایسے علماء نے فاسق اور بدکار حاکموں کی ناجائز  
 باتوں کو بھی جائز کر دیا اور ان کی رضا جوئی کے لئے دین کے احکام کو دین کے  
 نام سے توڑ ڈالا اب یہ عوام امت اس تو وہ ان منافق مولویوں کی  
 بڑی مگرٹیوں اور لمبے لمبے عصاؤں کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اور  
 کہتے ہیں کہ ان مولویوں کے فتوے صحیح ہیں، ان کی رائے درست ہے۔



اور شریعت کے موافق ہے۔ پس اس گمراہی اور غلطی سے اسلام کی خرابی بڑھ رہی ہے امت کے فائدے ضائع ہو رہے ہیں، مسلمان روز بروز مرتے جاتے ہیں، ان کے دشمن ترقی کرتے جاتے ہیں اور ان سب باتوں کا گناہ مولویوں پر ہے۔

## ۵۔ دردناک بزدلی اور مایوسی

مسلمانوں کے تنزل کا ایک اور بڑا سبب ان کی بزدلی ہے۔ ہمارے سلاف تمام اقوام عالم میں شجاعت و شہامت کے لئے مشہور تھے وہ موت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ وہ وقت تھا جب ایک مسلمان تنہا دس آدمیوں کا اور بعض دفعہ سو آدمیوں کا مقابلہ کرتا تھا، مگر آج یہ حالت ہے کہ موت کے نام سے بھی ڈرنے لگے ہیں اور اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ خوف ہی ایک ایسا امر ہے جو اسلام کے ساتھ کبھی ایک دلی میں جمع نہیں ہو سکتا زیادہ تعجب یہ ہے مسلمانوں پر زیادتی کرنے والے دشمنوں کو موت کا خوف اس قدر نہیں ہے جس قدر دشمنوں کے مٹانے میں مسلمانوں کو موت کا خوف ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے دشمن اپنی قوم اور وطن کے لئے کس کس طرح موت سے کھیل رہے ہیں اس کے نتیجہ میں کیا کیا کامیا بیاں حاصل کر رہے ہیں



لیکن ہم پھر بھی شرم نہیں کرتے، نہ دشمن سے سبق لیتے ہیں۔ اور نہ خدا کے اس قول سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

وَلَا تَهِنُوا  
فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ  
اِنْ تَكُونُوا تَالِمُونَ  
فَاِنَّهُمْ لَا يَالِمُونَ كَمَا  
تَالِمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ  
اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ ط

اور دو کچھو، دشمنوں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو۔ اگر تمہیں جنگ میں تکلیف پہنچتی ہے تو جس طرح تم تکلیف میں ہوتے ہو وہ بھی رہنا ہے (اتھوں) تکلیف میں ہوتے ہیں اور تمہیں ان پر یہ فوقیت ہے کہ اللہ سے کامیابی اور اجر کی، ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو انہیں ملے نہیں کیونکہ تم اللہ کی راہ میں حق و انصاف کیلئے لڑ رہے ہو، وہ اپنی نفسانی خواہشوں کیلئے ظلم و فساد کی راہ میں لڑ رہے ہیں،

بزدلی کے ساتھ ساتھ سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ عام مسلمانوں میں

کامیابی بھی پھیل رہی ہے ان کا یہ عقیدہ ہو گیا ہے کہ وہ فرنگیوں سے بہت گرے ہوئے ہیں ان سے لڑ کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں ہارنا حاصل ہو سکتا ہے یہ عقیدہ یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ فرنگیوں کو مسلمانوں کی ہمت بزدلی کے باعث کئی کئی جگہ از خود فتوحات حاصل ہو جاتی ہیں پرانے زمانے کی روایات بدل گئی ہیں اور کئی جگہ تو ان کے چند آدمی بے شمار مسلمانوں کا مقابلہ کر کے ہٹا دیتے ہیں ۷

وَقُلْ خُذُوا حِزْمَ الْجَبْنَاءِ اِنْ الْجَبْنَاءَ حِزْمُ

وَقُلْ خُذُوا حِزْمَ الْجَبْنَاءِ اِنْ الْجَبْنَاءَ حِزْمُ

وَقُلْ خُذُوا حِزْمَ الْجَبْنَاءِ اِنْ الْجَبْنَاءَ حِزْمُ



افسوس ہے کہ ہم وہ زمانہ بھول گئے ہیں جبکہ محض بیس  
 مسلمان بارسلونا سے فرانس کے جنوب میں فرانکسیمہ کو آئے اور پہاڑ پر  
 قبضہ کر کے اور ایک قلعہ بنا کر رہنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ  
 ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ ایک سو پونے گئے تب انھوں نے  
 ایک باقاعدہ حکومت قائم کی اور فرانس کے جنوبی حصہ کے علاوہ  
 اٹلی کے شمالی حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کی تعداد صرف  
 ایک سو تھی مگر اس حال میں بھی گرد و نواح کے بادشاہ ان کی دوستی  
 کے طلبگار تھے۔ کوہ الپ کی چوٹی اور فرانس اور اٹلی کے وسطی  
 پیاروں کی شاہراہیں ان کے قبضے میں تھیں اور ان راستوں سے  
 جس قدر بھی قافلے گزرتے تھے وہ ان سب سے ٹیکس وصول کرتے تھے  
 اس چھوٹی سی جماعت نے یہاں تک ترقی کی کہ وہ یورپ  
 سوئزرلینڈ کے وسط میں بحیرہ کوئستانزہ تک پہنچ  
 گئی اور پورے پچانوے سال تک ان علاقوں پر حکمران رہی آخر کار  
 تمام اہل فرنگ متحدہ قوت سے ان کے مٹانے پر کمر بستہ ہو گئے  
 یہاں تک کہ وہ مسلسل لڑائیوں کے بعد مٹا دیے گئے۔ اس وقت ان  
 مسلمان عربوں کی تعداد ۱۵۰۰ سے زیادہ نہ تھی۔



## ۶ جدید آلات نہ ہونے کا بہانہ

بعض بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ہاں جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ ضرور درست اور سچا ہے لیکن یہ باتیں تب محض جب کہ فرنگیوں کے پاس رطائی کے جدید آلات تو ہیں، ٹینک اور موٹر والی جہاز وغیرہ موجود نہ تھے۔ علوم جدیدہ کی ترقی نے ان حالات کو بدل دیا ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض بزدلی اور حماقت کی ہیں۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی مسلمانوں کے دشمن کچھ کم ساز و سامان کے مالک نہ تھے تاریخ کی ورق گردانی کیجئے آپ کو معلوم ہو گا کہ پُرانے زمانے میں بھی لڑنے کے خاص خاص ہتھیار موجود تھے اور وہ اُس زمانے کے لئے آج کل کی توپوں اور شینوں ہی کا کام دیتے تھے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ ظاہری ہتھیار اور سامان دلوں میں ہمت پیدا نہیں کرتے بلکہ انسانوں کی ہمت ان سامانوں کو پیدا کرتی ہے۔ یہ ہتھیار اور سامان محض بے فائدہ ہو سکتے ہیں بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ بے کار ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کسی کم ہمت اور بزدل شخص کے ہاتھ میں ہوں۔ اصل چیز ہتھیار نہیں بلکہ انسان کی ہمت اور حوصلہ ہے۔



## ۷ جدید علوم سے محرومی کا بہانہ

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگرچہ یہ باتیں سچ ہیں تاہم عملی کامیابی کے لئے آج کل کے علوم از بس ضروری ہیں اور چونکہ یہ علوم مسلمانوں میں موجود نہیں اس لئے فرنگیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ گذارش ہے کہ جب مسلمانوں میں ہمت اور عقل ہوگی تو وہ نئے علوم اور موجودہ اختراعات کے بھی مالک ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جاپانی لوگ <sup>۱۸۸۶ء</sup> تک تمام ممالک مشرق کی طرح پسماندہ تھے لیکن جب انھوں نے اہل یورپ کے نقش قدم پر چلنا چاہا اور ان کے علوم اور صنعتوں کو سیکھا تو وہ پچاس سال کے اندر ان کے برابر ہو گئے۔ پس اگر امت مسلمہ کھڑا ہونا چاہتی ہے اور طاقتور قوموں کے دوش بدوش چلنا چاہتی ہے تو اس کے لئے بھی یہی راستہ کھلا ہے وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اعیانہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں جیسا کہ جاپانیوں نے کیا ہے اور اپنے مذہب اور رسوم پر قائم رہتے ہوئے کیا ہے

## ہندو چھوڑو ہتھیار موجود ہیں

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں نے کس وقت جدید قسم کے ہتھیار



حاصل کرنا چاہا اور یہ سامان انھیں نہیں ملا۔؟ واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اگر کوئی کمی ہے تو وہ عزم و استقلال کی کمی ہے۔ جب بھی ان میں عزم و استقلال پیدا ہوگا انہیں سب کچھ مل جائے گا۔

کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر آج کوئی مسلمان ہتھیار حاصل کرنا چاہا تو دوسرے ہی دن اُسے ہر قسم کے ہتھیار مل جاتے ہیں۔ ان ہتھیار لینے کے لئے پیسہ دینا ہوتا ہے اور اس معاملہ میں ہم بہت کمزور ہیں، ہم نہ تو خرچ کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور نہ فسرنگیوں اور جاپانیوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ ہم فستج و کامیابی کو بغیر ہتھیاروں کے اور ہتھیاروں بغیر پیسہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ حماقت ہے۔ ہماری انہی کوتاہیوں کے باعث جب دشمن ہم پر غالب آجاتا ہے تو ہم چیخنے لگتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں کہ خدا کا یہ وعدہ کہاں ہے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ خدا پر حق ہے، مومنوں کی مدد کرنا۔

اس پکار کا مطلب تو یہ ہوا کہ گویا خدا نے مومنوں کو مفت میں کامیابی دینے کا وعدہ کیا ہے، خواہ وہ کام کریں یا نہ کریں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کامیابی کے لئے مسلمان کہلاتا یا درود پڑھنا یا خاتقاہوں میں بیٹھ کر دعائیں کرنا کافی ہے یہ کرنے کے بعد خدا کا فرض ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝



## مسلمانو۔!۔ مالو س نہ ہو

اس کا ہلی، بے پروائی اور گمراہی کا نتیجہ دیکھئے کہ بے شمار ہتھیار والے مسلمان، معدودے چند ہتھیار والے فرنگیوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو مسلمان بھاگ جاتے ہیں اور یہ چکر اسی طرح چل رہا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے آپ پر کوئی اعتماد باقی نہیں رہا اور وہ مالوسی کے عالم میں فرنگیوں کے نام ہی سے خوف زدہ ہونے لگے ہیں اور بعض جگہ تو خود ہی اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور مسلمان ہونے کے باوجود مُستسلم رہنے اپنے آپ کو سپرد کرنے والا، بن کر خدا کا یہ فرمان بھول گئے ہیں۔

اور دیکھو۔! نہ تو ہمت ہارو، نہ غمگین ہو،

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا

تم ہی سب سے سر بلند ہو بشرطیکہ سچے

وَأَنْتُمْ أَكْثَرُ عَلَوتِ

مومن ہو۔ اگر تمہیں نقصان پہنچا ہے تو دشمنوں

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

کو بھی تو ویسے ہی نقصان پہنچے ہیں۔ دراصل

إِنْ يَسْسِمْكُمْ

یہ ارحیت کے، اوقات میں جنہیں ہم انسانوں

فَرَحٌ فَقَدْ مَسَّ

میں ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں دیکھی ایک

الْقَوْمَ فَرَحٌ

گروہ کے حق میں میدان جنگ کا فیصلہ ہوتا ہے

بَشَلَةٍ ط



وَتِلْكَ الْأَيَّامُ  
نُذَارٌ لِّهَآئِینَ النَّاسِ  
کبھی دوسرے کے حق میں پس یہ کوئی ایسی  
بات نہیں جس کی وجہ سے تم ہمت ہار بیٹھو  
مسلمان یہ حقیقت فراموش کر چکے ہیں کہ مومن کے قلب میں  
ناامیدی کا آنا کفر کے برابر ہے چنانچہ فرمان خداوندی کے مطابق ان کے  
اسلاف کی عملی حالت یہ تھی۔

الَّذِینَ قَالَ لَهُمُ  
النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ  
قَدْ جَمَعُوا لَکُمْ فَاخْشَوْا  
فَزَادَهُمْ إِیْمَانًا وَقَالُوا  
حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ  
الْوَكِیلُ  
یہ وہ لوگ ہیں جن سے بعض آدمی کہتے تھے تم سے  
جنگ کرنے کے لئے دشمنوں نے بہت ہڑا کر وہ کٹھا  
کر رہے ہیں چاہئے کہ ان سے ڈرتے رہو اور مقابلہ  
کیلئے ہانپ نکلو، لیکن بجائے اس کے کہ یہ بات سن کر ڈرتے  
ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔ وہ بے خوف و خطر  
ہو کر بول اٹھے ہمارے لئے اللہ کا سہارا پس کرتا ہے اور  
جس کا کارساز اللہ ہو تو کیا ہی اچھا اس کا کارساز ہے۔

## دولت اور زندگی صرف کرو

لیکن موجودہ حالت کیا ہے؟ موجودہ حالت یہ ہے کہ اگر کسی ملک کے  
مسلمانوں سے ان مجاہدوں کے لئے جو کسی اجنبی سے لڑ رہے ہوں چندہ  
انگا جاتا ہے تو بعض لوگوں کا جواب یہ ہوتا ہے چندہ دینے سے کیا فائدہ ہے؟



جب کہ دشمن بہر حال مسلمانوں پر غالب ہوگا۔ حالانکہ وہ ذرا بھی غور کرتے تو انہیں  
 معلوم ہوتا کہ ان کا یہ عقیدہ انہیں کمزور اور دشمن کی طاقت کو زیادہ مضبوط  
 کر رہا ہے اس کے علاوہ اپنے مجاہدین کی مالی امداد نہ کرنے میں انہیں کوئی  
 مالی فائدہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اگر مسلمان مجاہدین مغلوب  
 ہو گئے تو تمام مغلوب مسلمانوں کی دولت اغیار کے قبضے میں چلی جائے گی  
 اور وہ اپنی تجارت اور اقتصادیات میں آزاد نہ رہیں گے۔ بلکہ ان کے پاس  
 جو کچھ بھی ہوگا وہ دشمنوں کا مال ہوگا اور مسلمانوں کے پاس سوائے چند  
 بوسیدہ ہڈیوں کے اور کچھ باقی نہ رہے گا بلکہ بعض حالتوں میں وہ اس  
 درجہ مفلس و قلاش ہو جائیں گے کہ ایک ایک بقمہ کے لئے در بدر  
 پھریں گے اور بھوکے رہ کر سڑکوں پر جانیں دیں گے جیسا کہ قسریہ  
 اور ہندوستان میں اکثر ہوتا ہے سب لوگ جانتے ہیں ان ممالک  
 میں جب کبھی قحط پڑتا ہے تو قسریہ اور ہندوستانی ہزار ہا کی تعداد میں  
 مر جاتے ہیں لیکن کوئی انگریز نہیں مارتا۔ اس لئے کہ ان حبشیوں نے  
 ان ملکوں کی دولت پر اس طرح قبضہ کر لیا ہے کہ اصل باشندوں کیلئے  
 غریبی اور محتاجی کے سوائے اور کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی ان حالات  
 میں اگر آج کل کے مسلمان اپنے مجاہد بھائیوں کی امداد کرنے سے قاصر  
 ہو چکے ہیں تو اس کا اصل سبب بھی یہی ہے کہ انھوں نے شروع شروع



میں اپنے مجاہدین کو مالی امداد دینے میں کبھو سی سے کام لیا اور اس کی پاداش میں اب وہ ذلیل و خوار ہونے کے علاوہ مفلس و قلاش بھی ہیں۔ اور اور بھوکے بھی مر رہے ہیں۔ خدا کا قانون یاد رکھو کہ ہمیشہ غلامی کے ساتھ مفلسی ہوتی ہے اور آزادی کے ساتھ دولت مندی۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۵

لا تَدْخُرُوا الْمَالَ لِلْأَعْدَاءِ إِنَّهُمْ  
إِنْ يَطْهَرُوا يَأْخُذُواكُمْ وَالْتِدَادُ مَعًا  
هِيَهَاتَ لَا خَيْرَ فِي مَالٍ وَفِي نَعْمٍ  
قَدْ احْتَفَظْتُمْ بِهَا أَنْ أَنْفَكْتُمْ جَدْعًا  
ترجمہ۔ (۱) تم دولت کو دشمنوں کے لئے مت جمع کرو۔ کیونکہ وہ اگر غالب آگئے تو تمہاری زندگی اور تمہاری دولت دونوں تیز چھین لیں گے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ

(۲) اس دولت اور صحت سے جسے تم نے جمع کر رکھا ہے، تم کو کوئی فائدہ نہیں اگر تمہاری ناک کٹ گئی۔ ثبوتی کہتا ہے  
قَدْ عَجِدَ فِي الدُّنْيَا مَنْ قُلَّ مَالُهُ  
وَلَا مَالٌ فِي الدُّنْيَا مَنْ قُلَّ مَجْدُهُ  
دنیا میں نہ مال کے بغیر بزرگی ملتی ہے اور نہ بزرگی کے بغیر مال ملتا ہے

## دولت کی محبت اور موت کا خوف

افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اپنی دولت اور زندگی کی بے جا حفاظت



کر لیے ہیں اور اس لئے انھوں نے دولتوں کو ضائع کر دیا ہے اور اب ان کی حالت اس حدیث کے مطابق ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ دنیا کی قومیں مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے آدمی کھانے کی رکابی پر ٹوٹ پڑتے ہیں صحابہؓ نے پوچھا کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم بہت ہو گے مگر تمہاری حالت ایسی حالت ہوگی جیسے کہ سیلاب کے اوپر گھاس پھوس ہوتا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ تم میں دھن پیدا ہو جائے گا۔ سوال کیا گیا کہ حضرت دھن سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا ”دولت کی محبت اور موت کا خوف“ بس یہی دونوں چیزیں مسلمانوں کے زوال اور بربادی کا موجب ہیں۔ وہ موت سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ ہی نہیں کرتے اور دولت سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ شہید ہونے والوں کو بھی امداد نہیں دیتے۔ آج مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے لیکن اس عددی اکثریت سے کیا حاصل جب تک کہ کوئی جوہری موجود نہ ہو؟ بہر حال حدیث نبویؐ کے مطابق مسلمانوں کی لپستی اور زوال کا اصل موجب یہی دو چیزیں ہیں دولت کی محبت اور موت کا خوف اور ثابت شدہ بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے ساتھ بکثرت محبت کرتا ہے وہ اس کے منافعوں اور لذتوں سے ضرور محروم رہ جاتا ہے



اور جو زندگی کی حد سے زیادہ حفاظت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو مصیبتوں سے  
 نہیں بچا سکتا یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ زندگی،  
 دولت اور دنیا کی تمام پسندیدہ چیزوں کو حکم خدا کے مقابلہ میں ناجیز سمجھیں  
 کبھی ناامید نہ ہوں اور ہمیشہ صبر و ثبات سے کام لیں۔ آیت کے الفاظ دیکھئے۔

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيِّ قَاتَلَ  
 مَعَهُ رَبُّيُّونَ كَثِيرٌ  
 فَمَا وَهَنُوا لِمَا  
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ  
 مَا ضَعُفُوا وَمَا  
 اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ  
 يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ط

اور ردیکھو، کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سی  
 با خدا لوگوں نے (راہ حق میں) جنگ کی۔ لیکن کبھی ایسا  
 نہیں ہوا کہ ان سختیوں کی وجہ سے جو انہیں خدا کی راہ میں  
 پیش آتی ہوں بے ہمت ہو گئے ہوں نہ ایسا ہوا کہ کمزور  
 عزت نفس نے یہ بات گوارا کر لی ہو کہ ظالموں کے سامنے  
 ہجڑ و بے چارگی کا اظہار کریں۔

دبے ہمتی، کمزوری اور حریف کے سامنے اعترافِ غر  
 وہ باتیں ہیں جن سے با خدا آدمی کا دل کبھی آشنا نہیں  
 ہو سکتا اور اللہ ان ہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو مشکلوں  
 مصیبتوں میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے ہی مسلمان دیکھنا چاہتا ہے لیکن اگر وہ  
 ایسے نہیں ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ وہ خدا سے قرآن حکیم کے وعدوں کے ایفا  
 کا مطالبہ کریں۔



# الحاد پروری اور قدامت پسندی

اپنے قومی شعار پر قائم رہنا ہی اصل حیات ہے

اسلام کے تنزل کے وجوہات میں سے دو چیزیں اور ہیں۔  
ایک تعصب و تنگ خیالی اور دوسرے مادہ پرستی اور الحاد  
میری رائے کہ جس طرح لمحہ لوگ جو پرانے رسوم و عقائد کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں  
اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں اسی طرح متعصب اور تنگ خیال لوگ  
بھی جو پرانی لکیر کو پیٹنا چاہتے ہیں اور کسی بھی مفید اصلاح کے قبول  
کرنے پر تیار نہیں ہوتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر عہد و بات کا اختیار کرنا  
خواہ وہ کسی قدر بھی مفید ہو موجب کفر ہے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں  
واقعی یہ کہ انہی متعصب اور لمحہ لوگوں نے اسلام کو ضائع کر دیا  
ہے۔ مادہ پرست اور الحاد پرور مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مسلمانوں  
اور مشرقیوں کو فرنگیوں کے ساتھ اس طرح ملا دینا چاہتے ہیں کہ  
اس ملاپ کے بعد مسلمانوں کا اپنا کوئی قومی امتیاز باقی نہ رہ جائے



اور وہ فرنگی تمدن میں جزر کیمیاوی کی طرح تحلیل ہو کر رہ جائیں  
 اور فرنگیت کے سوا ان کا کوئی نام و نشان تک نظر نہ آ سکے یہ کوشش  
 ان کی طرف سے عمل میں آ رہی ہے جو یورپین تہذیب سے شکست کھا کر  
 معترف ہیں کہ ان کے بزرگ اور وہ خود پست و ذلیل ہیں اور کہنے اور  
 ذلت سے نکلنے کے لئے اپنے حسب و نسب، تہذیب اور رسوم سے صاف  
 طور پر انکار کر دیتے ہیں حالانکہ قانون فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قوم  
 اپنے خاص رسوم، لباس، آداب، عقائد، کھانے پینے اور رہنے سہنے  
 کے طریقے پر قائم رہے اور اپنے ماحول کے مطابق قدرتی زندگی بسر کرے۔

## اقوام یورپ کی زندگی اور آزادی کا راز

اگر ہم عیسائیوں کی حالت دیکھیں جو دنیا کے لئے اعلیٰ نمونہ  
 سمجھے جاتے ہیں تو معلوم ہو گا کہ ہر انگریز انگریز رہنے پر مہر ہے۔ ہر فرانسیسی  
 فرانسیسی رہنا چاہتا ہے، ہر جرمن جرمن بننے پر قانع ہے اور  
 یہی حال اٹلی اور روس وغیرہ کا ہے۔ اگر ہم آئرلینڈ والوں کو دیکھیں  
 جو انگلینڈ کے ہمسایہ میں ایک چھوٹی سی قوم ہے اور جس کی زبان اور رسوم  
 عادات و رسوم انگریزوں سے جدا گانہ ہیں۔ انگریز سات سو سال تک  
 اس قوم کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے رہے مگر اس قوم نے



اپنی قومی خصوصیات نہ چھوڑیں اور اب اسی بنا پر یہ چھوٹی طسی آئرش قوم  
 انگریزوں جیسی قوم کا مقابلہ کر کے آزاد ہو گئی ہے۔ اسی طرح فرانس  
 کے شمال میں برمیونی قوم نے فرانسیسیوں کے ساتھ ملنے سے انکار  
 کر دیا ہے اور وہ اپنی خود مختاری کی حفاظت کر رہی ہے اسی طرح  
 فرانس کے جنوب میں باشکنس نامی ایک قوم چلتی ہے جو زمانہ قدیم  
 سے لے کر اب تک کسی قوم میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ اگرچہ  
 اس کی تعداد دس لاکھ ہے اور وہ قوطیوں، عربوں، ہسپانیوں، اور  
 فرانسیسیوں کی ماتحتی کے باوجود کسی قوم میں جذب نہیں ہوئی یہ لوگ  
 آج تک اپنی خاص بولی بولتے ہیں اور اپنے خاص رسوم اور عادات پر  
 قائم ہیں۔

بلجیم میں ایک چھوٹی ہی قوم فلمنگ کے نام سے موسوم ہے  
 جس کی زبان فرانسیسی نہیں ہے۔ حالانکہ بلجیم کی زبان فرانسیسی ہے  
 اس قوم نے فرینچ کو اپنے اسکو لوں میں قبول کرنے سے انکار کر دیا  
 تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بلجیم گورنمنٹ کو فلمنگ زبان کو سرکاری طور پر  
 قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

سوئٹزرلینڈ میں تین قومیں فرانسیسی، جرمن اور اٹالین آباد  
 ہیں جرمنوں کی مردم شمار سی اٹھائیس لاکھ ہے فرانسیسیوں کی



آٹھ لاکھ اور اطالویوں کی دس لاکھ سے کچھ زیادہ۔ باوجودیکہ یہ تینوں قومیں ایک ہی گورنمنٹ کی رعایا ہیں اور ان سب کی مصلحت ایک ہی ہے تاہم ان میں سے ہر ایک اپنی زبان پر قائم ہے اور اپنی قومی خصوصیات کی حفاظت کر رہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ڈنمارک، سویکنڈے، نیویا اور ہالینڈ جرمنی درخت کی شاخیں ہیں لیکن وہ ایک دفعہ اپنی قومیت سے جدا ہو کر اب جرمنی میں مل جانے کو قبول نہیں کرتے۔

چیکو سلوکیا والے کئی صدیوں تک جرمنوں کے ماتحت رہے۔ لیکن چیک ہی سے جرمن نہ ہوئے چنانچہ یہ لوگ پورے پانچ سال سے اپنی قومیت اور زبان کی حفاظت کرنے کے بعد اب جنگ عظیم کے نتیجہ میں خود مختار ہو چکے ہیں۔

جرمنوں نے مجریوں کو تعلیم دی ہے لیکن انہیں اپنے آپ میں شامل نہ کر سکے۔

روس میں لوگ دوسو سال تک کوشش کرتے رہے کہ پولینڈ والوں کو اپنے آپ میں شامل کر لیں اور ان کی زبان کو مٹا دیں، باوجودیکہ ان دونوں قوموں کی اصل ایک ہے۔ لیکن روسیوں کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ اب جنگ عظیم (۱۹۱۴ء) کے بعد پولینڈ نے اپنی سیاسی



خود مختاری بھی حاصل کر لی ہے اس لئے کہ قومیت کے لحاظ سے  
اس نے روسیوں کی غلامی کو قبول نہ کیا تھا۔

اگر ایک طرف پولینڈ والوں کو جن کی مردم شماری تین کروڑ  
ہے خود مختاری حاصل ہو جاتی ہے تو دوسری طرف استونیوں کو بھی  
جن کی مردم شماری بیس لاکھ ہے، آزادی نصیب ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے  
ہمیشہ اپنے قومی امتیازات کو قائم رکھا اب یہ لوگ روس سے  
انگ ہو کر خود مختار ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنی زبان کو زندہ کیا ہے  
اور اس کے لئے حروف ابجد بھی ایجاد کئے ہیں یہی حال فن لینڈ والوں  
کا ہے۔

روس نے اپنی کوششیں لتوانیوں کو جذب کرنے میں صرف  
کر دیں مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ چونکہ ان کے قومی امتیازات زندہ تھے  
اس واسطے اب جنگ عظیم کے بعد یہ قوم آزاد اور خود مختار ہو گئی اور  
روس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہا۔ حالانکہ اس قوم کی مردم شماری  
صرف بیس لاکھ ہے تاہم یہ لوگ بھی روس کے پنجے سے آزاد ہو کر  
اپنی مستقل قومی جمہوریت کے تابع ہیں ان مثالوں سے صاف ثابت  
ہو گیا کہ قومی آزادی صرف اپنی قوموں کو حاصل ہوئی اور حاصل  
ہوتی رہے گی جو اپنی تمام قومی خصوصیات دلباس، زبان، اطعام، عقائد، رسوم،



پر بہر حال قائم رہیں۔ یورپین اقوام کی آزادی کا یہی راز ہے۔  
 روس سے زیادہ زبردست حکومت اور کون سی ہوگی؟  
 مگر وہ بھی کئی چھوٹی چھوٹی قوموں کو اپنے آپ میں شامل کرنے میں ناکام  
 رہی۔ اسی طرح جرمن بھی ناکام رہے اور اس ناکامی کی وجہ یہ ہے۔ کہ۔  
 یورپ میں کوئی بھی زندہ قوم ایسی نہیں ہے خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں  
 نہ ہو، جو اپنی اپنی جداگانہ قومیت کو چھوڑتے ہوئے راضی ہو جائے جن قوموں نے  
 اپنی قومیت کی حفاظت کی، آخر کار ان کی یہی محفوظ قومیت ان کی  
 آزادی کا سنگ بنیاد بن جاتی ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال کرواتی ہیں  
 جو دو بڑی قوموں کے درمیان رہتے ہیں اور اپنی قومیت کی حفاظت کر رہے  
 ہیں۔ اسی طرح ترکوں نے کئی صدیوں تک سربوں پر حکومت کی ہے۔  
 مگر ان کی قومیت اور جداگانہ ہستی پر غالب نہ آ سکے۔

البانی لوگ عرصہ دراز سے یونانیوں اور سلاویوں کے درمیان  
 رہتے ہیں، مگر وہ ابھی تک پورے پورے البانی ہیں۔ اسی طرح بلغاری  
 لوگ روم، سلاویکیا اور لاطین کی تین قوموں کے درمیان رہتے ہیں۔ ترکوں  
 کے ماتحت بھی رہے اور ان کی زبان بھی سیکھی لیکن انہوں نے اپنی قومی  
 تہذیب اور خصائص کو نہیں ہٹے دیا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ یہ سب قومیں  
 یکے بعد دیگرے آزاد ہو چکی ہیں۔



میں نے اس وقت جس قدر بھی مثالیں دی ہیں وہ یورپ کے اندر سے تلاش کر کے دی ہیں۔ میں نے یورپ کے باہر اس لئے نکلنا نہیں چاہا تاکہ ہمارے روشن خیال، مغرب زدہ اور الحاد پسند لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم گرمی ہوئی قوموں کی مثال کی پیروی کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اب وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتے کیوں کہ یورپ کی مثالیں ان لوگوں کی مثالیں ہیں جو تسلیم یافتہ ہیں، متمدن ہیں، خوبصورت شہروں میں آباد ہیں اور یونیورسٹیوں، لائبریریوں، تعلیمی سوسائٹیوں فوجوں اور جنگوں کے مالک ہیں۔

## اہل جاپان کی مثال

اب یورپ سے نکل کر جاپان کا رخ کرتا ہوں۔ کیونکہ جاپانیوں کی ترقی فرنگیوں کی ترقی سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس ترقی کے باوجود انھوں نے فرنگیوں ہی کی طرح اپنی قومیت، زبان، رسم و رواج، دین اور عادات کی بھی پوری طرح حفاظت کی ہے۔ جاپان کی صورت حال کو سمجھنے کے لئے مندرجہ مقالہ ملاحظہ فرمائیے جو ایک یورپین نامہ نگار نے جاپان سے بھیجا ہے اور جاپان کے اخبار جرنل دو جینو کی ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔



نامہ نگار لکھتا ہے :-

”جاپانیوں کو فنونِ جمیلہ کی طرف بہت رجحان ہے اور اگر آپ جاپانیوں کو دولتِ کمانے میں مصروف دیکھتے ہیں تو وہ اس دولت کو محض اپنی اُن خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کھاتے ہیں جن کا تعلق حسن و جمال کی قدردانی سے وابستہ ہے۔ فنونِ جمیلہ کی محبت کے علاوہ اہل جاپان کے دل میں قومی محبت کا نہایت ہی گہرا نقش موجود ہے انھیں ناز ہے کہ انہوں نے صرف چند ہی سال کے اندر اندر کئی پراگندہ حکومتوں کی بجائے ایک نہایت منظم حکومت قائم کر دی ہے۔ جاپان کے اس سیاسی انقلاب میں مذہب کا برابر اثر موجود ہے۔“

قارئین کرام آخری الفاظ پر غور فرمائیں کہ جاپان کے سیاسی انقلاب میں مذہب کا اثر موجود ہے، حالانکہ اہل جاپان کا مذہب حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے بجز اس کے کہ اپنے باپ دادوں کے چھوڑے ہوئے رسوم و عادات کی پیروی کی جائے اس کے باوجود آج کل کے جاپانی جو نئی تہذیب کے تمام ساز و سامان سے آراستہ ہیں، نہ تو اپنے ماضی کو بھولتے ہیں اور نہ اپنی قومیت کو ترک کر کے اہل مغرب کی آواز کو سنتے ہیں۔ وہ مغربیوں سے صرف وہی ضروری چیزیں لیتے ہیں جن کی امداد سے اہل مغرب سے جنگ کرنے



میں پوری طرح کامیاب ہو سکیں اور اس میں شک نہیں کہ مشرق کی تاریخ میں یہ واحد مثال ہے۔ اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے۔

”پرانے زمانہ میں جاپانیوں کو دور دراز ملکوں کی سیوریات کرنے سے سخت نفرت تھی اور وہ اپنے ملک میں اجنبیوں کو داخل نہیں ہونے دیتے تھے لیکن اس نئی ترقی کے بعد یہ سب باتیں زائل ہو گئیں۔ انہوں نے حیرت انگیز طریقہ سے گزشتہ زمانہ کی کوتاہی کی تلافی کر دی ہے اور ان کی اس جدوجہد کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے باوجود جاپانی لوگ گزشتہ زمانہ کو اب تک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس پر ناز کرتے ہیں اور وہ مغربی تہذیب کی محض اپنی باتوں کو لیتے ہیں جن کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے لیکن جن چیزوں کے بغیر گزارہ ہو سکے وہ کبھی ان کا خیال تک بھی نہیں کرتے۔ ہر جاپانی اس خیال میں ہمیشہ خوش رہتا ہے کہ وہ

اپنی رسوم و تہذیب میں دوسروں سے بالاتر ہے۔“  
اب تک جاپانیوں کے شہنشاہ اور زن کے بت خانے کیساتھ بدعہوں کے بت بھی موجود ہیں اور وہ سب کے سب بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور آج بھی پرانے زمانے ہی کی طرح کی خدمت کی جاتی ہے اور ان پر اسی طرح ایمان اور عقیدہ



رکھا جاتا ہے جس طرح صدیوں پہلے رکھا جاتا تھا۔  
 میری رائے یہ ہے کہ اگر جاپانیوں کو بالشورزم اور دیگر  
 نقصان رسان خیالات سے کسی چیز نے محفوظ رکھا تو وہ صرف  
 یہ ہے کہ وہ اپنے رسم و رواج اور معبودوں کو عزت کی نگاہ سے  
 دیکھتے ہیں۔“

چند سال ہوئے کہ لائبریر نے فرانسیسی زبان میں جاپان کے  
 متعلق ایک ایسی کتاب لکھی ہے جس کی تعریف میں یہاں کے تمام بڑے بڑے  
 اخبارات رطب اللسان ہیں۔ اس عالمانہ کتاب کے چند جملے ملاحظہ ہوں :-  
 جب جاپانیوں نے ترقی کرنی چاہی تو انھوں نے یورپ و امریکہ  
 سے وہ باتیں لیں جو ان کے اقتصاد، مالی، سیاسی، تہذیبی اور  
 فوجی وغیرہ شعبوں کے لئے لازم تھیں۔ اصلاح کرنے والوں کا طریقہ  
 کار یہ تھا کہ وہ کچھ اصلاح کرتے، کچھ اقتباس کرتے اور کچھ ترک  
 کر دیتے۔ ان کی یہ اصلاح تمام شعبوں میں ظاہر ہو گئی۔“

مصنف مذکور جاپانیوں اور چینیوں کی لڑائی کے متعلق لکھتے ہیں۔  
 جاپانیوں کے چین پر غالب آجانے سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ جاپانیوں نے  
 جو کچھ مغربی علوم و فنون سے لیا وہ بہت اعلیٰ تھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بات  
 بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایک مشرقی قوم نے اپنے غم و ہمت سے جو باتیں تہذیب



مغرب سے اخذ کیں اگرچہ وہ ان کی ترقی کے لئے تریاق کا حکم رکھتی تھیں  
 تاہم ان باتوں کی وجہ سے اس نے اپنی آزادی قومیت، رسم و رواج  
 اور تہذیب و غیرہ کو کچھ ضائع نہ کیا۔

میں نے شاہ جاپان کی تاج پوشی پر ایک مضمون لکھا تھا اور  
 اس میں مختصراً بتایا تھا کہ اہل جاپان کیونکر ایک مہینے تک خوشیاں مناتے  
 رہے اور یہ کہ ان کے جلوس سب کے سب مذہبی تھے اور یہ کہ وہ میکاڈو کو  
 بڑا مذہبی پیشوا سمجھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کا بیٹا ہے  
 وہ دو ہزار سال کے مقدس غسل خانے میں نہاتے ہیں اور یہ کہ انھوں نے  
 کیونکر دیوتاؤں کے ساتھ چاول کھائے جنہیں گورنمنٹ نے پنڈتوں کے  
 زیر نگرانی پویا تھا۔ اور یہ کہ ان کے جلوسوں میں چھ لاکھ جاپانی شامل تھے اور  
 وہ سب کے سب میکاڈو کے دس ہزار سال تک زندہ رہنے کا عہدہ لگاتے تھے۔  
 اگر قدیم تہذیب اور مذہبی عقائد پر قائم رہنا کسی قوم کو ترقی سے  
 روکتا ہے تو سوال پیدا ہوگا۔ کہ۔ جاپان ان دونوں چیزوں کے  
 باوجود کیوں کرمسنزل ترقی پر پہنچ گیا ہے۔؟

کیا مذہب تعصّب کا نشان ہے۔؟

ایک اور چیز بھی قابل غور ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ اگر پابندی مذہب



کے باعث مسلمانوں کو متعصب اور تنگ خیال کہا جاتا ہے تو جاپانیوں کو  
 کیوں متعصب نہیں کہا جاتا جب کہ وہ حیرت انگیز ترقی کرنے کے بعد  
 بھی ایسے رسوم اور عقائد کی پابندی کر رہے ہیں جو دو ہزار سال پہلے سے  
 تعلق رکھتے ہیں اور اپنے بادشاہوں کو دیتا اور معبود خیال کرتے ہیں۔  
 پھر یہ بھی دیکھئے شاہ انگلینڈ اور شاہ ہندوستان کو  
 جو چالیس کروڑ سفید، گندمی، سرخ اور سیاہ رنگ کے انسانوں پر  
 حکومت کرتے ہیں اور گرجا کے امام کبھی سمجھے جاتے ہیں۔ کیوں متعصب  
 نہیں کہا جاتا۔؟ اور ان کی قوم کو کیوں غیر مہذب نہیں کہا جاتا۔؟ جبکہ  
 پارلیمنٹ کئی دفعہ بحث کرنے کے باوجود اب تک یہ فیصلہ بھی نہیں  
 کر سکی کہ روٹی اور شراب پادری کی دعائیں پڑھ دینے سے مسیح  
 مسیح کا گوشت اور خون بن جاتے ہیں۔ کیا۔ نہیں۔؟

پھر ہم یورپین اقوام کو جہنم میں اپنی عیسائیت پرناز ہے اور  
 آپس میں سخت دشمنی کے باوجود عیسائیت کی خدمت اور اشاعت میں ہر وقت  
 مستعد رہتی ہیں، کیوں متعصب نہیں کہتے ہیں۔۔۔۔۔؟ حالانکہ  
 یہ لوگ جس مذہب کے قائل ہیں وہ ۱۹ سو برس پہلے کا ہے اور اصلاح پسندوں  
 کے نزدیک یہ زمانہ بہت کافی پرانا ہے۔

اگر ہم یہودیوں کی تمام خوبیوں سے انکار بھی کر دیں۔ تو



ان کی عقلمندی اور جدوجہد سے انکار نہیں کر سکتے۔ تاہم یہ لوگ بھی آج سے کئی ہزار سال پہلے کی توریت پر فخر کر رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ آج کل تو ہرسم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بہت سے نوجوان اپنی عبرانی زبان کو جس کی کوئی بھی تاریخ موجود نہیں ہے۔ زندہ کرنے کی کوشش میں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ پھر انھیں متعصب کیوں نہیں کہا جاتا۔۔۔۔۔؟

مشہور یہودی لیڈر وائزمن نے فرانسیسی روزنامہ "ماتن" سے انٹرویو کرتے ہوئے بڑے ناز و انداز سے یہ بیان دیا ہے کہ۔ "آج کل کا فلسطین سب نبیوت کی زبانوں میں باتیں کر رہا ہے۔" "آج کل کے فلسطین" سے ان کا مطلب "یہودیوں کا فلسطین" جس میں یہودیوں نے اپنی زبان عبرانی کو عام کر کے اپنے بچوں کی تعلیمی زبان بنا دیا ہے۔ کیا مسلمان سن رہے ہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔؟ کیا مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ ہندو دنیا کا کیا حال ہے۔۔۔۔۔؟ ہاں یہ انہی لوگوں کا حال ہے جو دنیا میں علوم جدیدہ اور نئی تہذیب کے قبول کرنے میں سب سے زیادہ آگے ہیں۔

وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولَ الْأَلْبَابِ

ایسی مثالیں بہت ہیں اور ان کا چھوٹی سی کتاب میں جمع کرنا



ناممکن ہے تاہم یہ مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ  
 ”مسلمانوں کے سوا دنیا کی تمام قومیں اپنی قومیت، دین، رسم و  
 رواج، عادات و اخلاق اور تمام قدیم موروثہ باتوں کی حفاظت کے  
 ورپے ہیں۔“

لیکن مسلمانوں کا یہ حال دیکھ کر سخت تعجب ہوتا ہے انہیں جب  
 کبھی کوئی مخلص قرآن کی طرف بلاتا ہے یا اسلامی عقائد، رسم و رواج اور مشرقی  
 زندگی پر قائم رہنے کے لئے کہتا ہے تو نئی روشنی کے مسلمان ان کے خلاف آوازیں  
 اٹھاتے ہیں اور متعصب قرار دے کر یہ ارشاد فرمانے لگتے ہیں: ”تم کس طرح  
 ترقی کر سکتے ہو جبکہ اس نئے زمانہ میں پرانے زمانہ کی باتوں پر عمل کرنے کے ورپے ہو؟  
 ہمیں ایسے لوگوں کی عقل پر رونا آتا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی  
 بہت سی قوموں نے ترقی کی ہے۔ وہ آگے بڑھ گئی ہیں۔ وہ آسمان پر اوڑھی جا رہی  
 انہی ترقی یافتہ قوموں میں سے عیسائی آج تک انجیل اور گرجا پر یہودی اپنی تورات  
 اور تلمود پر اور جاپانی اپنے بت اور مقدس چاول پر قائم ہیں۔ لیکن یہ مغرب زدہ  
 مسلمان جو غلام اور پس ماندہ ہیں یہ کہے چلے جا رہے ہیں کہ ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے  
 جب تک کہ ہم اپنے قرآن، اپنے عقیدہ، قومی رسم و رواج کھانے پینے،  
 کپڑے، فرش وغیرہ کو نہ چھوڑ دیں اور اپنی قومی تاریخ سے علیحدہ نہ ہو  
 جائیں۔ یہ عقلمندی ہے یا پاگل پن ہے؟



# تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام کو

## کیا نقصان پہنچایا؟

اب ہم قدامت پسندوں کے معاملہ پر بحث کریں گے۔ ہمارے تنگ خیال لوگوں نے اسلام کو جو نقصانات پہنچائے وہ محدودوں کے نقصانات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں۔ بدینتی سے نہیں بلکہ جہالت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام کے دشمنوں کا راستہ صاف کر دیا ہے۔ اور انھیں یہ موقع دیا ہے کہ وہ اسلام پر یہ الزام لگائیں کہ اسلامی تعلیم ترقی کے متافی ہے۔ پھر اسی تنگ خیال جماعت نے مسلمانوں کو دنیا سے الگ کر کے اسلام کو محض آخرت کا دین بنا دیا ہے۔ حالانکہ اس دنیا میں اگر کوئی مذہب دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کا مذہب کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اسلام نے صرف ہندوؤں اور عیسویوں کی طرح انسان کے تمام اعمال کو آخرت کے لئے بتایا ہے۔ نہ عیسائیت اور انجیل کی طرح انسان کو اس دنیا کے مال و دولت سے اور بزرگی سے نفرت کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ مادہ پرستوں کی طرح انسانی کوششوں کا منتہا صرف اس دنیا کو



قرار دیا ہے پھر انہی قدامت پسندوں نے سائنس، کیمیا اور فلسفہ جدید وغیرہ کے خلاف اس لئے لڑائیاں کیں کہ یہ کافروں کے علوم ہیں اور اپنی اس جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کو ان علوم کے فیضان سے محروم کر کے ان کے بازوؤں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ زمین اپنے خزانوں کو انہی کے سپرد کرتی ہے جو سائنس کی امداد سے ان کی تلاش کریں اور اگر ہم ہر وقت صرف آخرت کی باتیں ہی کرتے رہیں تو زمین ہمیں یہ ضرور کہے گی۔ جب تم آخرت ہی کو تلاش کرتے رہتے ہو تو آخرت کو جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ علوم جدیدہ سے الگ رہنے کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو دیگر اقوام کا شکار بنا دیا ہے۔ ہم گر رہے ہیں اور وہ ترقی کر رہے ہیں، یہاں تک کہ نہ صرف انھوں نے ہماری دنیا پر قبضہ کر لیا ہے بلکہ وہ اپنے علوم کے ذریعے ہم کو ہمارے دین سے بھی متنفر کرنے کی طاقت کے مالک ہو گئے ہیں۔

حالانکہ خدا کی شریعت یہ نہیں چاہتی کہ ایسا ہوتا۔ خدا کا حکم تو یہ تھا۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ  
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ  
فِي الْأَرْضِ ۖ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے۔  
جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ  
اختیار کئے کہ ان کو زمین پر خلافت عطا فرمائیں گا۔

اسی کے ساتھ دوسری جگہ یہ آیت ہے۔



هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ  
مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

اور دیکھو یہ اُسی پروردگار کی کار فرمائی ہے کہ  
اس نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے پیداکیں تاکہ  
جس طرح چاہو ان سے کام لو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ  
الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَ  
الطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ  
قُلْ هِيَ الَّذِينَ آمَنُوا  
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

دے پیغمبر، ان لوگوں سے کہو: خدا کی نعمتیں جو اس نے  
اپنے بندوں کے برتنے کیلئے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی  
اچھی چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟ تم کہو۔ یہ نعمتیں، تو اسی لئے  
ہیں کہ ایمان والوں کے کام آئیں۔ دنیا کی زندگی میں دنیا کی  
کی مکروہات اور قیامت کے دن ہر طرح کی مکروہات  
خالص۔ !

پھر اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے۔

وَلَا تَأْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا  
خدا نے مسلمانوں کو جو دُعا سکھائی وہ یہ ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً  
لیکن افسوس ہے کہ ہمارے قدامت پسند مسلمان بھائی اس امر سے  
بالکل بے خبر ہیں کہ ان کا صرف آخرت طلبی کا رویہ اسلام کو گرانے اور مسلمانوں کو  
دیگر اقوام میں ذلیل و خوار کرنے کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔



## عمل و محنت کے متعلق قرآن حکیم کی تعلیم

ہمارے قدامت پسندوں نے مسلمانوں کو علوم جدیدہ سے دور رکھنے کی جو مہم شروع کی ہے یہ اُسی کا نتیجہ ہے کہ ملت اسلامیہ مفلس و قلاش ہو رہی ہے اور ایسے دشمنوں کی محتاج ہو چکی ہے جو نہ اس کی وقاداری کے قدر داں ہیں اور نہ سچائی سے آشنا ہیں۔ سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ یہ قدامت پسند بزرگ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو دیکھتے ہیں تو انھیں یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ خدا کی یہی مرضی تھی اور اور تمہاری تقدیر میں روز ازل ہی سے تنگدستی اور تکلیف لکھی جا چکی ہے اس قسم کے خیالات کو ہوا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہر جگہ درویشوں اور گداگروں کا مخصوص فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اسلام کے جسم میں ایک عضو معطل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے انہی ہیکار اور نکمے لوگوں کو دیکھ کر فرنگیوں کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ اسلام مسلمانوں کو عمل و محنت کا حکم نہیں دیتا۔ اور مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کام کرے۔ یا نہ کرے ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ حالاں کہ قرآن مجید کے اور عمل و سعی اور جہاد و محنت کے احکام سے بے خبر نہیں اور ایسی بے شمار آیتیں موجود ہیں جو فرنگیوں کے اس خیال کی تردید کرتی ہیں اور جن میں یہ بتایا گیا ہے



کہ ثواب و عذاب اور کامیابی اور ناکامی خود انسان کے عمل و کوشش پر منحصر ہے  
آیات ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

اور (اے پیغمبر) تم کہو، عمل کئے جاؤ۔ اب اللہ  
دیکھے گا تمہارے عمل کیسے ہوتے ہیں اور اس کا رسول  
بھی دیکھے گا۔

اور اگر یہ اس قدر سمجھانے پر بھی، تجھے جھٹلائیں  
تو کہہ دے میرے لئے میرا عمل تمہارے لئے تمہارا

مسلمانو!

خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور  
اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

خدا تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے  
اعمال میں برگزینی نہ کرے گا۔

اگر تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت  
کرو گے تو خدا تمہارے اعمال میں سے  
ذرہ بھی کم نہ کرے گا۔

۱ وَقُلْ اَعْمَلُوا فِ سَبِيْرِ  
اللّٰهِ عَمَلَكُمْ وَاَسْوَلُ

۲ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِيْ  
عَمَلِيْ وَلكُمْ عَمَلُكُمْ

۳ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا  
اَطِيعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا  
الرَّسُوْلَ وَلَا تَبْطِلُوْا  
اَعْمَالَكُمْ

۴ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَنَنْ  
يُّزِيْكُمْ اَعْمَالَكُمْ

دوسری جگہ فرمایا۔

۵ وَاِنْ تُطِيعُوْا اللّٰهَ وَرَّسُوْلَهُ  
لَا يَلِيْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ  
شَيْْءًا ط



۶ نُوْفِ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ

فِيهَا وَهُمْ فِيهَا

لَا يَخْشَوْنَ هُ

۷ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ

وَهُمْ لَا يَظْلَمُوْنَ هُ

دوسری جگہ فرمایا۔

۸ اِنِّیْ لَا اَصْنَعُ عَمَلًا مِنْكُمْ

بل شبہ میں کبھی کسی عمل کر نیوالے کا عمل ضائع نہیں کرتا

۹ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ

کام کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔

۱۰ وَلِیْثَلِ هٰذَا فَلَیْعَمَلِ الْعَامِلُوْنَ

اسی کامیابی کے لئے کام کر نیوالوں کو کام کرنا چاہئے

دوسری جگہ فرمایا۔

۱۱ اِلَیْیُصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیْبُ

اچھی بات خدا تک پہنچتی ہے اور

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُ هُ

اچھا کام اسکو بلند کرتا ہے۔

۱۲ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ

جس کسی نے اچھا کام کیا خواہ مرد ہو،

اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ

خواہ عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا تو (یاد رکھیں)

فَلَنَجْزِیَنَّهُ حَیٰةً طَیِّبَةً

ہم ضرور اُسے اجر دیں گے انھوں نے جیسے

وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

جیسے اچھے کام کئے ہیں۔ اسی کے مطابق

مَا كَانُوا یَعْمَلُوْنَ هُ

ہمارا اجر بھی ہوگا۔



۱۳ وَ دَفِنْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا

ہر ایک انسان کو اس کے اعمال کا پورا

پورا بدلہ مل جائے گا اور خدا لوگوں کے

اعمال کو خوب جانتا ہے۔

عَمِلَتْ وَ هُوَ أَعْلَمُ

بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

جیسے کچھ ان کے بُرے اعمال تھے ویسے ہی بُرے

۱۴ فَاصَابَهُمْ سَيِّئَاتِ مَا عَمِلُوا

نتیجے بھی ملے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

۱۵ وَ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا

غرضیکہ جو کچھ انھوں نے دنیا میں کیا

تھا سب اپنے سامنے موجود پائیں گے۔

۱۶ مَنْ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے۔

فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءٌ

انھیں اپنے اعمال کا نتیجہ میں دو گنا

نیک بدلہ ملے گا۔

الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا

۱۷ وَ لِكُلِّ دَرَجَةٍ مِمَّا عَمِلُوا

ہر ایک کو اپنے کام کے لحاظ سے درجہ

ملے گا اور ان کے اعمال کا بدلہ پورا ہوگا

وَلِيُؤْتِيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ

اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

جو مسلمان ایک ذرہ برابر نیک کام کریگا

اُسے نیک بدلہ ملے گا اور جو ایک ذرہ کُرا

بُرا کرے اُسے اس کا برابر بدلہ ملے گا۔

۱۸ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَ مَنْ يَعْمَلْ

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝



۱۹ سَيَجْرُونَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

وہ وقت دور نہیں کہ اپنے کئے کا بدلہ  
پالیں گے۔

ان آیتوں کے علاوہ اس قدر آیتیں موجود ہیں کہ اس مختصر رسالہ  
میں احاطہ ناممکن ہے اس کے علاوہ بعض آیتیں ایسی بھی موجود ہیں جو  
ہماری موجودہ حالت کا پورا نقشہ لکھتی ہیں مثلاً

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ  
فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ  
وہ تم پر جو بھی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔  
وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔  
دوسری جگہ ہے۔

أَوَلَمْ نَأْتِ آبَاءَكُمْ  
مِصِيبَةً قَدْ أَصَابَكُمْ  
مِثْلُهَا رَاقِلَتُمْ أَفْنَىٰ  
هَذَا قُلْ هُوَ  
مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ  
جب تم پر مصیبت پڑی اور یہ مصیبت  
ایسی تھی کہ اس سے دو گنی مصیبت تمہارے  
ہاتھوں و شمنوں پر پڑ چکی ہے تو تم بول اٹھو  
یہ مصیبت ہم پر کہاں سے آپڑی۔  
اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دو۔

دلان مصیبت تو ضرور آپڑی مگر خود  
تمہارے ہی ہاتھوں آئی اگر تم کمزوری  
نہ دکھاتے اور احکام حق کی اطاعت  
کرتے تو کبھی یہ مصیبت پیش نہ آتی،



قرآن پاک کی یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی تھی جو ایمان، اخلاص اور تقویٰ میں تمام مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر تھے۔

آیت کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ اُحد میں تیسرا اندازوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک گھائی پر کھڑے رہو اور مجاہدین کی حفاظت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تاکید کی کہ وہ شکست یافتہ کسی بھی حالت میں اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں۔ لیکن جب مشرکین کو شکست ہوئی نظر آئی تو انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اس پر مشرکین نے از سر نو حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔ اس پر اوپر کی آیت نازل ہوئی۔

قرآن پاک کی ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ دین اسلام صرف عمل و محنت کا دین ہے نہ کہ قضا و تقدیر اور کاہلی کا۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو گد اگروں اور بے کاروں کا پرہیز دعویٰ صحیح ہے کہ خواہ ہم کام کریں یا نہ کریں۔ خدا ہمیں ضرور رزق فرمائے گا اور نہ دشمنان اسلام کا یہ الزام درست ہے کہ اسلام اپنے پیروں کو بے جا توکل اور تنگ خیالی کی تعلیم دیتا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ مصیبتوں کی ایک بڑی وجہ یہ ہے۔



کہ وہ احکام اسلام سے غافل اور صحیح اسلامی روح سے نا آشنا ہیں۔  
 ورنہ یہ باتیں جو اسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں صحیح ہوتیں۔ تو  
 دین اسلام کے سب سے زیادہ سمجھنے اور عمل کرنے والے مسلمان یعنی  
 صحابہ کرام رضہ کیونکر پچاس سال کے اندر اندر نصف دنیا کو فتح کر لیتے؟

## قرآنی توکل کا مفہوم

توکل کے مفہوم و معانی کے متعلق عام غلط فہمی پائی جاتی  
 ہے۔ اور عام مسلمان اُسے بیکاری اور کاسہ گدائی کے مترادف سمجھتے  
 ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے اُسے عمل و سعی اور جدوجہد کے ساتھ وابستہ  
 کر دیا ہے۔ مطلب تو صرف یہ تھا کہ جدوجہد کے ساتھ ساتھ خدا پر بھی بھروسہ  
 ہو تو دنیا و آخرت میں اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ لیکن  
 اگر صرف اپنے نفس ہی پر بھروسہ کر لیا گیا۔ تو اس کا صرف یہ نتیجہ ہوگا۔  
 کہ انسان کامرانی پر مغسور اور ناکامی میں بزدل ہو جائے گا۔ پس اسلام  
 میں جس توکل کا ذکر ہے وہ تو عقل اور فکر کے ساتھ کام کرنے کے بعد  
 خدا پر بھروسہ کرنا اور اس سے مدد مانگنا ہے تاکہ انسان کو یہ معلوم  
 ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے کام کو سرانجام کرنا اس کا اختیار نہیں ہے۔



چنانچہ بعض صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم تو کل نہ کیا کریں — فرمایا ”نہیں“ بلکہ تم میں سے جو شخص جس کا کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی کام لیا جائیگا۔ تعجب ہے کہ وہ فرنگی لوگ جو ہمیشہ اسلام کی طرف بے جا عقائد منسوب کرتے رہتے ہیں، کبھی تکلیف کر کے انجیل کا مطالعہ نہیں کرتے اور توکل کے متعلق وہ احکام نہیں دیکھتے جو قرآن کریم کے مقابلہ میں بدھڑا زیادہ ہیں چنانچہ انجیل میں ہے —

”تمہارے آسمانی باپ کے حکم کے بغیر تمہارا ایک بال نہیں گر سکتا“ اسی طرح کے اور بھی بے شمار احکام ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ انجیل کے ان احکام کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ کام کرنے کے ولدا وہ فرنگی جو قضا و قدر ہی کے قائل نہیں ہیں بہت فوق شوق سے انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں اور وہ اسے عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور قضا و قدر کی آیتوں پر کبھی اعتراض نہیں کرتے۔

اس بحث سے میرا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کا خواہ قرآن میں ہوں یا انجیل میں مطالب صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے خدا تعالیٰ قبل از وقوع اس کا علم رکھتا ہے۔ ان احکام کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان کا ہم کاج چھوڑے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے۔



## اصل سوال کی طرف رجوع

ہم پھر تنگ خیال مسلمانوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ  
میں جنہوں نے دشمنان اسلام کے لئے اسلام پر حملہ کرنے کا راستہ کھول  
دیا ہے۔ اور انہیں اسلام کے خلاف مسلح کر دیا ہے چنانچہ اسلام کے دشمن  
انہیں تنگ خیال اور متعصب مسلمانوں کے عقائد کو دیکھ کر یہ کہنے لگے ہیں کہ  
اسلام موجودہ تمدن کے ساتھ ساتھ چل سکتا ہے اور نہ ترقی کر سکتا ہے  
حالانکہ اصل بات صرف یہ ہے کہ تنگ خیال ملاؤں کے ذاتی عقائد اس  
نئی تہذیب اور تمدن کے ساتھ مالوف نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود ترقی کے  
راستے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اسلام ان کی ذہنیت اور خانہ ساز عقائد  
بلا تر ہے۔ اور ہماری ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔

## تقلید آبار اور قدامت پسندی کے متعلق قرآنی تعلیم

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اسلام کا اصل منشا یہ تھا کہ تمام  
پُرانی اور بے فائدہ باتوں کو منسوخ کر کے مفید احکام جاری کئے جائیں  
اور حق بات بھی یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں حضرت ابراہیمؑ جیسا  
اسوۂ حیات موجود ہو اس کی طرف تعصب اور تنگ خیالی کو منسوب کرنا ظلم ہے۔



چنانچہ قرآن کریم میں اس مثال کا ذکر یوں آتا ہے

اِذْ قَالَ لِاِبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ  
مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي  
اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۖ  
قَالُوا وَجَدْنَا اَبَاءَنَا لَهَا  
عَابِدِينَ ۖ لَقَدْ كُنْتُمْ  
اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم کے لوگوں سے  
کہا تھا یہ کیا سورتیاں ہیں جن کی پوجا پر تم جم کر بیٹھ گئے ہو؟  
تو انھوں نے جواب دیا تھا: ہم نے اپنے باپ دادوں کو  
دیکھا انہی کی پوجا کرتے تھے۔ ابراہیم نے کہا  
”یقین کرو تم خود بھی اور تمہارے باپ دادا  
بھی صریح گمراہی میں پڑے۔“

دوسری جگہ اس طرح مذکور ہے۔

قَالُوا نَعْبُدُ مَا فَنَظُنُّ  
لَهَا عَاكِفِينَ ۖ قَالَ هَلْ لَكُمْ مِنْ  
اِذْقَدْعُونَ ۚ اَوْ يَنْفَعُوْكُمْ اَوْ  
يَضُرُّوْنَ ۚ قَالُوا بَلْ رَجَدْنَا  
اَبَاءَنَا كَذِبًا يَفْعَلُوْنَ ۖ  
قَالَ اَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۖ  
اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ هُمْ لَا قُدْمُونَ  
فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيَ كَارِهُنَّ الْعَالَمِينَ ۖ

انھوں نے کہا ہم بت پرستی کرتے ہیں۔ ان کی پوجا پر  
قائم ہیں۔ ابراہیم نے جواب دیا: ”جب تم ان سے دعا  
مانگتے ہو تو وہ تمہاری دعا کو سنتے ہیں؟ یا تمہیں  
نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں انھوں نے کہا نہیں۔  
بلکہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے  
دیکھا ہے۔ ابراہیم نے کہا: خدا تعالیٰ کے سوا جن بتوں  
کی تم اور تمہارے باپ دادا عبادت کرتے ہیں  
وہ میرے دشمن ہیں۔“

پھر ارشاد ہوتا ہے۔



اِنَّا وَجَدْنَا ابَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ  
 وَاِنَّا عَلٰی اَنۡاۤرِحِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ  
 قَالُوۡا اَوْ لَوۡ جِئْتُمۡ بِاٰحۡدٰی  
 مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَیۡہِۦۤ اٰبَآءَکُمۡ

ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی عقیدہ پر پایا۔  
 اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس نے کہا کیا  
 تم اسی طرح رہو گے، باوجودیکہ میں تمہیں تمہا لے  
 باپ دادوں سے بہتر کوئی عقیدہ بتاؤں۔

ایک اور آیت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وَاِذَا قِیلَ لَهُمۡ اتَّبِعُوۡا  
 مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلِ  
 نَتَّبِعُ مَا الْفِیۡنَا عَلَیۡہِۤ اٰبَآءَنَا  
 اَوْ لَوۡ کَانَ اٰبَآءُہُمۡ لَا یَعْقِلُوۡنَ  
 شَیۡعًا وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے اللہ نے جو ہدایت  
 نازل کی ہے اسکی پیروی کرو تو کہتے ہیں نہیں ہم تو اسی طریقہ پر  
 چلیں گے جس پر اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھ رہے ہیں۔ کوئی  
 ان لوگوں سے سوچھے اگر تمہا لے بڑے بوڑھے عقل سے کوئے  
 اور ہدایت سے محروم ہے ہوں تو تم بھی عقل و ہدایت سے انکار کر دو گے؟

اس کے علاوہ یہ بھی ہے۔ کہ۔

سَیَقُوۡلُ السُّفۡہَآءُ مِنَ النَّاسِ  
 مَا وَّلَآہُمۡ عَنْ قِبَلَتِہِمۡ الَّتِیۡ  
 کَانُوۡا عَلَیۡہَا قُلُوبِہِۥۤ اِلَیۡہِ  
 الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ یَہۡدِی  
 مَنْ یَّشَآءُ اِلَی صِرَاطٍ  
 مُّسْتَقِیۡمٍ

جو لوگ عقل و بصیرت سے محروم ہیں وہ کہیں گے مسلمان جس  
 قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے ہیں کیا بات ہوئی کہ  
 ان کا رخ اُس سے پھر گیا؟ اے پیغمبر تم کہو، سمت مشرق ہو  
 یا مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے وہ کسی خاص مقام یا جہت  
 میں محدود نہیں، وہ جس کو چاہتا ہے دکا سیلابی و سعادتی  
 کی سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔



ان آیتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں موجود ہیں جو یہ تعلیم دیتی ہیں کہ کسی چیز پر عمل کرنے کے لئے صرف اس کا قدیم ہونا کوئی سند نہیں انسان کو فوائد اور مقصد پر نظر رکھنی چاہئے نہ کہ قدامت اور تقلید پر۔

وہ لوگ جو اسلام کی تعلیم کو اچھی طرح سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں ہر قسم کی مفید باتوں کو جو شریعت کے احکام کے خلاف نہوں بہت خوشی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور جہاں تک میں دیکھتا ہوں مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو مفید بھی ہو اور اسلام کے خلاف بھی ہو۔ اسلام کا اصل منشاء دنیا کی بہبودی اور لوگوں کی خیر و فلاح ہے۔

کیا آپ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ علمائے نجد جو تمام مسلمانوں کی نسبت فرنگیوں کے عقائد سے بہت دور ہیں اور اختراعات جدیدہ کے مرکز سے بہت فاصلہ پر رہتے ہیں جب ان سے سلطان ابن سعود نے وائرلیس، ٹیلیفون اور موٹر کے استعمال کے متعلق فتوے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ

کتاب و سنت میں کہیں ان کے استعمال کی ممانعت نہیں ہے اس کے علاوہ چونکہ یہ چیزیں مفید بھی ہیں اس لئے انہیں استعمال کرنا چاہئے۔ اگر گورنمنٹ رعایا کی مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس قسم کی مفید چیزوں کو اپنے ملک میں رواج



دیدے تو اس کا یہ اقدام ملک کے فلاح و بہبود کے لئے  
 ہر لحاظ سے مفید ہوگا۔ خاص طور پر حاجیوں کے لئے وہ کئی  
 کئی راتوں اور دنوں کی تکلیفیں برداشت کرنے کی بجائے  
 صرف چند گھنٹوں میں اپنا سفر طے کر لیں گے۔“

یہاں یہ چیز بھی یاد رہے کہ صرف متعصب اور تنگ خیال  
 مسلمانوں ہی نے نئی نئی ایجادات کے خلاف آواز نہیں اٹھائی بلکہ مسلمانوں  
 میں پیشتر عیسائی بھی کسی زمانے میں ہر نئی ایجاد کے خلاف اس شدت سے  
 آواز بلند کرتے تھے کہ ان کے ذکر سے آج بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے۔  
 چنانچہ جب گلیلو نے زمین کے گول ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام دنیا نے  
 اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور آج بھی ایسے متعصب اور تنگ خیال  
 عیسائیوں کی کمی نہیں ہے جو توریت اور انجیل کے سوا تمام باتوں کو کفر  
 سمجھتے ہیں۔

ابھی دو سال کا واقعہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک  
 پروفیسر کو ملازمت سے محض اس لئے علیحدہ کر دیا گیا اور اس پر مقدمہ  
 چلایا گیا کہ وہ ڈارون کے مسئلہ ارتقاء کا قائل تھا۔ لیکن عیسائیوں میں  
 ان سب باتوں کے باوجود علم و تحقیق کا راستہ بند نہیں ہوا۔  
 بہر حال کوئی صاحب غور مسلمان اس حقیقت سے انکار



نہیں کر سکتا کہ سائنس، ریاضی، فلکیات، طب، کیمسٹری، اور جیالوجی  
 وغیرہ علوم جو ایک حد تک بنی نوع انسان کے لئے مفید ثابت ہوئے  
 ہیں۔ اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ طور پر دینی علوم ہی کی حیثیت رکھتے  
 ہیں۔ چنانچہ جب دنیا میں مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنتیں قائم تھیں  
 اور علم و فضل کے ساتھ ساتھ علماء اسلام کی جماعتیں بھی موجود تھیں  
 ان وقتوں میں الازہر، الاموی، الزیتونہ، القروین، قرطبہ، بغداد اور  
 سمرقند وغیرہ میں علوم شرعیہ کے علاوہ علوم طبیعیہ کی تعلیم و تدریس کا  
 سلسلہ بھی جاری تھا بلکہ اس زمانہ کے علماء علم حدیث کے علاوہ ریاضیات  
 میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

---



# اسلامی تہذیب اور مذہب کے درمیان

کیا اسلامی تہذیب مسلمانوں کے زوال کی علت ہے؟

بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی کوئی خاص مذہب اور تہذیب قائم نہیں کی۔ ایسے مدعیوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اسلام کے دشمن اور دوسرے اسلام کے ملحد۔ ظاہر ہے کہ پہلی قسم کے لوگوں کی کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو اہل فرنگ کے سانچے میں ڈھالا جائے۔ دوسری قسم کے لوگوں کا مدعا یہ ہے کہ اسلام میں اس کا بیج بویا جائے۔ اگرچہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ مذہب کا تہذیب پر بڑا اثر ہوتا ہے تاہم یہ اصول قابل تسلیم نہیں ہے کہ کسی مذہب کی سچائی کو قبول کرنے کے لئے اس کی تہذیب کو معیار مقرر کیا جائے۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں پر مذہب کا اثر بتدریج کم ہوتا چلا جاتا ہے جس سے ان کے اخلاق اور تہذیب میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ساری کی ساری قوم گر جاتی ہے۔ لیکن کسی قوم کے تنزل و انحطاط کا ذمہ دار مذہب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اصل سبب اخلاق جلید کا



فقدان ہوتا ہے۔ بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خارجی اثرات کی وجہ سے مذہبی  
تہذیب کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہیں جس سے لازمی طور پر قوموں کی بربادی  
کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں لیکن اس معاملہ میں بھی مذہب کا کوئی قصور  
نہیں ہوتا۔ انہی حالات میں مسلمانوں کی بربادی اور تنزل کا ذمہ دار  
ان کا مذہب نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس کا سبب مذہب سے  
ناواقفیت اور احکام مذہب سے روگردانی اور بے پروائی ہے۔

چنانچہ اس کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ جب تک مسلمان  
شرعیات کے احکام پر عمل کرتے رہے، وہ عزت، طاقت اور دولت کے  
مالک رہے مگر جو نہی انہوں نے احکام شریعت سے غفلت کی وہ تباہ و  
برباد ہو کر رہ گئے۔

ہمارا مطلب یہ نہیں کہ اسلام کی کوئی خاص تہذیب نہ تھی  
بلکہ اسلام کی خاص تہذیب ایک ایسا مسلمہ امر ہے جو کسی ثبوت کا محتاج نہیں  
چنانچہ ہم اہل مغرب کے پاس وہ جرمنی ہوں یا فرانسیسی، انگریز ہوں، یا  
اطالیوی اسلام کی تہذیب یا تمدن کے متعلق اس قدر تصانیف  
دیکھتے ہیں جو حساب و شمار میں بھی نہیں آسکتیں۔ پس اگر سنت اور شریعت  
کی بنیادوں پر اسلام کی کوئی خاص تہذیب نہ ہوتی تو علمائے یورپ جو  
ہمیشہ اسلام کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ تہذیب اسلام کے متعلق



بڑی بڑی جلدیں نہ لکھتے۔ اس کی تاریخ پر بحث نہ کرتے۔ اس کی تہذیب کا  
دوسرے مذاہب کی تہذیب کے ساتھ مقابلہ نہ کرتے اور اس کے بعض  
خاص اصولوں کی طرف توجہ نہ کرتے۔ لیکن موجودہ حالت یہ ہے۔ کہ  
اسلامی تہذیب کے متعلق خود یورپ کے اہل قلم نے اس قدر  
سٹریچر شائع کیا ہے کہ اس پر کسی مزید اضافہ کا خیال تک  
نہیں کیا جاسکتا۔

## اسلامی تہذیب کا جلوہ

اگر ہم چند قدم پیچھے ہٹ کر دیکھیں تو ہمیں وہ حیرت انگیز  
منظر دکھائی دے گا جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔  
چنانچہ منصور، رشید اور مامون کے زمانے میں بغداد کی  
آبادی ۲۵ لاکھ تھی اور یہ تہذیب و تمدن دولت مند سی اور خوش حالی کے  
لحاظ سے اس قدر مشہور تھا کہ اس سے قبل یا بعد کے زمانے میں اس کی نظیر  
نہیں مل سکتی۔ اسی زمانہ میں بصرہ کی آبادی پانچ لاکھ تھی اور اسی طرح  
دمشق، قاہرہ، حلب، سمرقند، اصفہان اور بہت سے اسلامی شہر  
تہذیب و تمدن کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔ افسر قیہ کے بڑے بڑے شہروں  
مثلاً قیروان، فاس، تلمسان اور مراکش کی مثالیں آج کل یورپ میں بھی نہیں مل سکتیں



پھر شہر قرطبہ کا تصور کیجئے جسے ”یورپ کی دہن“ کہنا بجا ہوگا  
 پندرہ لاکھ کی آبادی تھی یہاں کی جامع مسجد کی وسعت کا اندازہ اس  
 طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے اندرونی حصے میں پچاس ہزار اور صحن میں  
 تیس ہزار لوگ آسانی سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جامع مسجد کے علاوہ باقی  
 مسجدوں کی تعداد سات سو تھی۔

جب میں زہرارہ کے محل کو دیکھنے گیا تو میری حیرت کی  
 کوئی انتہا نہ رہی اگویا میں نے محل نہیں دیکھا۔ بلکہ ایک مکمل شہر دیکھا۔ اس  
 کی لمبائی ۹ سو میٹر اور چوڑائی ۸ سو میٹر تھی۔ اہل ہسپانیہ اس محل کو  
 شہر زہرارہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی سلسلے کے کھنڈرات کی کھدائی  
 کرنے والے انجینیروں نے مجھ سے کہا کہ وہ اُمید کرتے ہیں کہ تمام کھدائی  
 پچاس سال کے اندر ختم ہوگی۔

اگر ہم ان سب شہروں کو چھوڑ کر محض غرناطہ ہی کو لیں۔  
 جو یورپ میں مسلمانوں کی سب سے چھوٹی سلطنت کا دار الخلافہ تھا تو  
 ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ پندرہویں صدی عیسوی تک یورپ میں اتنا  
 عظیم الشان اور بارونق شہر کوئی نہ تھا جس زمانہ میں ہسپانیوں  
 نے اس شہر کو فتح کیا تھا۔ اس کی آبادی پچاس ہزار تھی۔ یہ وہ زمانہ  
 تھا کہ تمام یورپ میں ایک بھی شہر ایسا نہ ملتا تھا جو غرناطہ کی نصف آبادی کے برابر ہوتا۔



پھر الحمار کے عظیم الشان محل کی طرف توجہ کیجئے۔ اس کی  
تعریف میں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ تمام روئے زمین پر اس کی کوئی  
مثال نظر نہیں آسکتی۔

ہم نے مسلمانوں کی تہذیب اور مدنیت کا ایک مختصر سا  
خاکہ کھینچنے کی کوشش کی ہے اور اگر ہم تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کریں  
تو کئی ضخیم جلدیں بھی کافی نہ ہوں گی۔ خود انگریز اہل قلم اس کے متعلق  
بے شمار تاریخیں لکھ چکے ہیں۔ البتہ یہ امر باعث فخر ہے کہ اسلام کے کسی  
سخت سے سخت دشمن اور متعصب مورخ نے بھی اسلام کی بے مثال  
تہذیب سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کی۔

## اسلامی تہذیب کے احسانات

ہاں وہ اتنا ضرور کہتے آئے ہیں کہ اسلام نے کوئی تہذیب  
ایجاد نہیں کی بلکہ پرانی تہذیب کو از سر نو زندہ کر دیا ہے۔ اور شرق کو  
مغرب سے ملا دیا ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ جاننے والے جانتے  
ہیں کہ مسلمانوں نے صرف پرانے علوم ہی کا ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود  
بہت سے علوم کے موجد ہیں اور بہت سی نئی چیزوں کی دریافت کا سہرا بھی انہی کے سر



پھر یہ بھی تو ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی تہذیب نہیں جو دوسری  
تہذیبوں کا خلاصہ نہ ہو اور اس کو درجہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کئی  
قوموں کی جدوجہد شامل نہ ہو اور اس کی ترقی کے لئے مختلف دماغوں  
اور عقلوں نے کام نہ کیا ہو۔

کیا اسلام کے حاسد یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام کے ظہور کے  
وقت مشرقی تہذیب گم ہو چکی تھی اور اسلام نے اُسے نہ صرف از سر نو  
زندہ کیا بلکہ اُسے موتیوں کی طرح سیپیوں سے نکالا اُسے صاف کیا  
اس پر اسلام کی مہر ثبت کی اور اُسے قرآن شریف کے آداب سے مزین  
کر کے مشرق و مغرب میں پھیلایا ہے چنانچہ یہی وہ باتیں ہیں جن کا بعض  
مخلص علماء رنگ کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اسلام کی تہذیب اور مذہب  
کسی دوسری قوم سے مستعار نہیں لی گئی بلکہ یہ وہ تہذیب ہے جو قرآن کریم  
کے سرچشمہ سے نکلی اور توحید کے عقیدے سے اس کی ترقی ہوئی۔ باقی رہیں  
وہ باتیں جو مسلمانوں نے دوسری قوموں سے لیں یا ان کی تصانیف کا ترجمہ  
کیا یا بعض جگہ فنون کو حاصل کیا تو اس سے اسلام کی تہذیب پر کوئی حرف  
نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ ایک طبعی امر ہے کہ دنیا میں تمام انسان ایک  
دوسرے کی مدد سے اپنی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور  
اگر سچ پوچھو تو علم کی حقیقی قدر و منزلت اسی میں ہے کہ انسان —



اس حدیث شریف پر عمل کرے۔

الحکمة ضالة المؤمن فحيث وجدها  
حق بها

حکمت و دانائی کی بات مومن کی کھوئی  
ہوئی چیز ہے پس وہ اُسے جہاں  
بھی مل جائے، وہ اس کا حقدار ہے۔

اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی یہ تسلیم کرنے میں  
آتے نہیں کہ اسلام کو صرف پچاس سال کے اندر اندر دنیا میں وہ روحانی  
عقلی اور مادی فتوحات حاصل ہوئیں جو اس سے پیشتر کی امتوں کو  
نصیب نہ تھیں چنانچہ پولین، سیزٹ، میلن میں ہمیشہ حیرت کے ساتھ یہ  
کہا کرتا تھا کہ — عربوں نے دنیا کو صرف پچاس سال میں فتح کیا ہے۔

پس اگر پولین جیسی رستی جس کی نظروں میں کوئی بڑی سے  
بڑی فتح بھی نہ سمجھتی تھی عربوں کی فتوحات کو حیرت کے ساتھ  
یاد کرے تو سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ عربوں نے دنیا میں کتنا عظیم الشان  
کام اور کتنی حیرت انگیز تہذیب چھوڑی ہے چنانچہ انھوں نے تقریباً  
چار صدیوں تک دنیا پر اس خوبی و عزت کے ساتھ حکومت کی کہ روئے  
زمین پر کسی دوسری قوم نے ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد  
اخلاق کی کمزوری، کم ہمتی، احکام الہی سے غفلت اور باہمی رقابت کی وجہ  
سے وہ دن بدن کمزور اور مغلوب ہونے لگے اور اگر قریبی اور پانی قریبی



سرداری اور عزت کے لئے آپس میں لڑائی بجھڑائی نہ کرتے تو یقیناً  
اہل عرب تمام یورپ کو فتح کر لیتے اور اسے بھی افسریقہ کے شمالی  
حصے کی طرح ایک عربی ملک بنالے تے۔

## اسلام باعث زوال نہیں

پس مسلمانوں پر جس قدر مصیبتیں آئیں وہ ان کے اپنے اعمال ہی  
کا نتیجہ تھا۔ وہ احکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مغلوب ہو گئے  
ہیں جب تک وہ کتاب و سنت کی پیروی کرتے رہے وہ ترقی کرتے  
رہے اور دنیا کو فتح کرتے رہے لیکن جب انھوں نے روگردانی کی  
اور قرآن کو محض پڑھنے اور گانے کے برابر سمجھ لیا تو وہ فوراً گر پڑے  
اور دشمنوں نے ان پر قبضہ کر لیا چونکہ مقابلہ کرنے سے فسرق کا پتہ  
لگ سکتا ہے اس لئے ہم دیگر اقوام کی مثالیں دے کر اس چیز کو واضح کرتے ہیں

## یونانی تار منج کی مثال

عیسائیت سے قبل یونانیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ دنیا کی



سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم نہیں تو کم از کم ترقی یافتہ قوموں میں ضرور  
 تھے۔ ان میں سے بعض ایسے افراد پیدا ہوئے جو فلسفہ کے بانی اور علوم و  
 فنون کے ماہر تھے۔ ان میں سے بعض ہستیوں نے بھی آسمان علم و فلسفہ پر  
 ستاروں کے مانند چمک رہی ہیں یونانیوں کی تہذیب اور ترقی محض علوم  
 و فنون میں محصور نہیں بلکہ ان میں ہر قسم کی مایہ ناز ہستیاں موجود تھیں  
 چنانچہ سکندر اعظم ان عظیم و جلیل فاتحوں میں سے تھا جن کی مثالیں  
 تاریخ عالم میں بہت کم نظر آتی ہیں۔ اس نے ملکوں کو فوجی طرے پر  
 سنبھال رکھا تھا۔ بلکہ جہاں جہاں وہ جاتا تھا علوم و فنون کو بھی بجاتا  
 تھا جس سے مغلوب قومیں سرسبز و شاداب ہو جاتی تھیں اور سچی بات  
 تو یہ ہے کہ اسکندریہ میں بطالسمہ کی وہ سلطنت جو اپنے فلسفہ اور علوم میں  
 شہرہ آفاق تھی اسکندریہ کی فتح کا نتیجہ تھی۔

القصہ یونانیوں کی تہذیب اور ترقی کوئی معمولی تہذیب  
 نہ تھی لیکن جب عیسائیت کا دور دورہ ہوا اور اہل یونان کچھ عرصہ  
 کے بعد اس مذہب کو قبول کر کے عیسائی بن گئے تو وہ آہستہ آہستہ  
 گرنے لگے اور اپنی خوبیوں کو ضائع کرنے لگے یہاں تک کہ آخر کار اپنی  
 آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور سلطنت عثمانیہ میں تبدیل ہو کر ایک  
 صوبہ کی برابر ہو گئے۔ آج اگرچہ کئی صدیوں کے بعد عیسائی رہتے ہوئے



بھی وہ پھر خود مختار ہو گئے ہیں۔ لیکن ان کی موجودہ سلطنت پرانی سلطنت کے مقابلہ میں ایک ذرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

کیا آپ یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونانیوں کے تنزل کی وجہ عیسائیت تھی۔۔۔؟ وہ لوگ جو مسلمانوں کے مذہب کو ان کے قومی تنزل کا موجب قرار دیتے ہیں۔ یہاں کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ یونانیوں کے تنزل کا سبب عیسائیت ہی تھا۔

## رومی تاریخ کی مثال

اہل یونان کے بعد ہم رومیوں کو لیتے ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ ایک عظیم اور منظم سلطنت کے مالک تھے اور دنیا کی کوئی قوم یا سلطنت ان کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتی تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب انھوں نے شاہ قسطنطین کے زمانہ میں عیسائیت کو قسبوں کیا تو وہ بھی آہستہ آہستہ زوال پذیر ہو گئے اور اپنی سلطنت کو شرع میں یورپ سے اور پھر ایشیا سے ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ پندرھویں صدی تک ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اگرچہ وہ بھی یونانیوں کی طرح از سر نو زندہ ہو گئے۔ لیکن وہ سلطنت ایک مرتبہ ہاتھ سے نکل گئی۔ پھر کبھی حاصل نہ ہوئی۔



اس جگہ پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کیا اہل روم کے زوال کا سبب عیسائیت تھا۔۔۔۔۔؟ بے شک کئی علماء یہی کہتے تھے کہ رومیوں کے زوال کی وجہ "عیسائیت" ہے۔ جیسا کہ وہ مسلمانوں کے زوال کو اسلام پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ عیسائیت میں شامل ہونے کے بعد ان لوگوں میں بہت سی خرابیاں ہو گئی تھیں مثلاً اخلاق فاضلہ کا فقدان، کم ہمتی، بد معاشری اور بے حیالی وغیرہ، اور ابن خلدون کے قول کے مطابق ان کی سلطنت بوڑھی ہو گئی تھی۔ نیز ان اندرونی خرابیوں کے علاوہ بیرونی دشمنوں کے حملوں نے انہیں سرکھانے سے کمزور کر دیا تھا۔ ان حالات میں ان کا زوال لازمی امر تھا۔ اگر اس زمانے میں عیسائیت دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو بھی ان کا تسننزل ناگزیر تھا۔ اور ان کا وہی انجام ہوتا جو عیسائیت کے قبول کرنے کے بعد ہوا۔

## مذہب تہذیب کی بریت

پس بعض تاریخ نویسوں کا دعویٰ کہ یونانیوں اور رومیوں کی عظمت کا ضائع ہونا عیسائیت کی وجہ سے تھا۔۔۔۔۔ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ مذہب کی تبدیلی سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا کہ۔



قوموں کے چند رسم و رواج اور قوانین بدل جاتے ہیں اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اس تبدیلی سے لوگ بالکل نیست و نابود ہو جائیں۔

کوئی انسان کتنا بھی غور کرے کبھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اصلاح خلق کے لئے بت پرستی عیسائیت سے بہتر ہے اور یہ دعویٰ ایسا ہے جیسا کہ اسلام کے دشمن اسلام پر حملہ کرنے کے وقت کرتے ہیں کہ اسلام سر پیشتر مشرقی قومیں بہت خوش حال اور آباد تھیں اور ان کی تہذیب بہت اعلیٰ تھی لیکن اسلام نے آکر ان کی تہذیب کو مٹا دیا۔ حالاں کہ اگر انھیں سے دیکھا جائے تو معاملہ اس کے برعکس نظر آئے گا۔ اور معلوم ہو گا کہ اسلام سے پیشتر مشرقی تہذیب تقریباً ناپید ہو چکی تھی لیکن اسلام نے اُسے از سر نو زندہ کر کے اس کی بنیادیں وغیرہ قائم کر دیں جس کے نتیجے میں بغداد، بصرہ، سمرقند، بخارا، شام، مصر، قیروان اور قرطبہ جیسے بڑے بڑے شہر اور ملک آباد ہو گئے۔ اور حق یہ ہے کہ مشرقی تہذیب کا جس قدر بھی اثر ہے وہ صرف اسلام کی وجہ سے ہے جس نے مسلمانوں کو ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار دے کر ان ملکوں میں بھیجا جہاں پرانے زمانہ کے کسی مشرقی کو یہ وہم گمان بھی نہ تھا کہ وہاں تک پہنچا جاسکتا ہے۔

پس اس بارے میں نہ تو اسلام کا قصور ہے اور نہ قرآن کی



کو تا ہی بلکہ مشرقی تہذیب کے غناغ نے کے صرف دو سبب ہیں۔

۱) اسلامی ممالک پر صلیبیوں کے بیرونی حملے۔

۲) منگولوں کی اندرونی یورشیں۔

چنانچہ ان دونوں فریقوں نے اسلام کی محنتوں کو اپنے وحشیانہ سلوک سے تباہ و برباد کر دیا۔ اور اس کے بڑے بڑے ملکوں کی تہذیب کو اڑا کر رکھ دیا۔ علاوہ اذیں مسلمان بادشاہوں کی باہمی لڑائیاں خواہشات نفسانی کی پیروی، گمراہی، قرآن کے احکام کی نافرمانی اور ترک اخلاق نے اسلام اور اسلامی تہذیب کو ایسے ایسے نقصانات پہنچائے ہیں جو بیرونی دشمن بھی نہیں پہنچا سکے۔ لیکن مشرقی تہذیب کو جس قدر نقصانات پہنچے ہیں ان سب کا گناہ ان وحشی فرنگیوں، منگولوں اور ان مسلمانوں کی گردنوں پر ہے جنہوں نے قرآن کریم کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس کی آیتوں کو مفت فروخت کر دیا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ فرنگیوں نے عیسائیت کو کہیں تیسری، چوتھی پانچویں اور چھٹی صدیوں میں جا کر قبول کیا، حتیٰ کہ یورپ کے مشرقی حصے کے بعض شاہنشاہ نے دسویں صدی میں عیسائیت کی طرف توجہ کی، لیکن یورپ کی وہ ترقی جو اُسے علوم و فنون کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے وہ تو محض چار صدیوں سے آہستہ آہستہ شروع ہوئی ہے۔ گویا ان کی یہ ترقی قبول عیسائیت



تقریباً سات آٹھ سو بلکہ ایک ہزار سال بعد شروع ہوتی ہے۔ اس سے  
 ہمارا مطلب یہ نہیں کہ اس عرصہ سے پیشتر یورپ کے تمام باشندے  
 تاریکی اور جہالت میں تھے بلکہ صرف اتنا ہے کہ اس زمانہ میں عربوں کی تہذیب  
 ان سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور اکمل تھی اور اس بات کی گواہی ٹولس برتران  
 اور ان کے ہم پیالہ ادرہسم نوالہ مورخوں کے سوائے تمام فرنگی تاریخ  
 نویسوں نے دی ہے

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ ایک مشہور و معروف انگریز  
 فلاسفر و یکنز مشرقی تہذیب کے بارے میں ایک تاریخ لکھی ہے اور  
 وہ موسیو گروسہ مشہور فرانسیسی تاریخ نویس کی یہ گواہی دیتے ہیں  
 کہ قرون وسطیٰ میں اہل مغرب فرنگیوں کے استاد تھے اور اس زمانہ  
 کے فرنگی اہل مغرب کی شاگردی کو اپنے لئے قابل فخر سمجھتے تھے۔

## قدیم یورپ کا متنزل اور موجودہ ترقی کے اسباب

کیا ہم ان صاف اور صریح شہادتوں کے بعد بھی یہ کہنے  
 میں حق بجانب ہیں کہ یورپ کی ہزار سالہ گمراہی اور قرون وسطیٰ کی  
 جہالت محض عیسائیت کی وجہ سے ہے؟



ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب  
 ہی کو مجسم قرار دیتے ہیں اور مذہب سے ان کی مراد کیتھولک مذہب  
 ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اہل یورپ نے اُسی وقت ترقی کے میدان  
 میں قدم رکھا جب لوٹھرا اور کلفن نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد رکھی  
 لیکن واکٹر اور اس کے ہم خیال مجدد فلاسفروں کی رائے یہ ہے کہ  
 کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اور یہ دونوں  
 مذہب انسانی ترقی کرنے سے روکتے ہیں چنانچہ جب واکٹر کے سامنے  
 لوٹھرا اور کلفن کا ذکر آیا تو اس نے کہا کہ یہ دونوں حضرت محمد  
 کے مقابلہ میں مسیح ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں نے اپنے ایجاد کردہ  
 مذہب سے دنیا کی جس قدر اصلاح کی ہے وہ حضرت محمدؐ کی اصلاح  
 کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرون وسطیٰ کے فرنگیوں  
 کی جہالت اور ان کی ہزار سالہ گمراہی کی ذمہ دار عیسائیت نہیں۔ بلکہ  
 اس کے خلاف عیسائیت نے یورپ کے وحشیوں کو کسی حد تک مہذب بنایا،  
 دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ ہم جاپانیوں کی مثال  
 سامنے رکھیں کہ ان میں بت پرست بھی ہیں اور بودھ بھی، طاووی بھی ہیں  
 اور کنفیوشیس کے مُرید بھی۔ دو ہزار سال تک وہ گم نام رہے۔



اور آخر کار پچاس ساٹھ سال کے اندر ہی اندر اس قدر قابل رشک  
عزت، سلطنت اور ترقی حاصل کی جس میں ہر قوم کے لئے عبرت اور بصیرت  
کا سامان موجود ہے۔ حالانکہ اہل جاپان بدستور بت پرست اور مشرک ہیں  
اس حقیقت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو بت پرستی جاپانیوں کی سابقہ  
جہالت و گنہگار کا باعث تھی اور نہ ان کی سورج پرستی موجودہ ترقی  
باعث ہے۔

پھر یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ جاپانیوں نے روسیوں کو  
شکست دی، حالانکہ ان کی مردم شمار ہی روسیوں کے نصف کے برابر  
ہے اور پھر وہ بت پرست بھی پرلے درجے کے ہیں اور خود عیسائی بھی  
متعصب عیسائی تھے پھر ان حالات میں کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ انجیل  
کی تعلیم روسیوں کی ذلت کا موجب ہے یا سورج دیوتاؤں کی عبادت  
سے جاپانیوں کو یہ ترقی اور عزت حاصل ہوئی ہے۔  
صرف مذہب ہی نہیں، ترقی اور تنزل کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں  
اس موقع پر ہم جاپانیوں کی ترقی اور تہذیب کے دلائل کو  
پیش کرنا نہیں چاہتے، ورنہ ہم ثبوت کر دیتے کہ مقدس گھوٹے کے  
عقیدہ نے بھی جس کے متعلق اہل جاپان کا خیال ہے کہ وہ خاص خدا کی  
سواری کے لئے مقرر ہے، جاپانیوں کو ترقی کرنے سے نہیں روکا اور نہ



انہیں اپنی فطری ہمت اور عقلمندی سے فائدہ اٹھانے سے محروم کیا ہے۔  
 اگرچہ مختلف قوموں کی تاریخ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں  
 مل سکتی ہیں۔ لیکن ہم صرف مندرجہ بالا مثالوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ  
 یہ بحث دوسری ہے۔

اگر بعض عیسائیوں کی طرف سے ہمیں یہ طعن نہ دیا جاتا کہ مسلمانوں  
 کی ذلت کی وجہ ان کا مذہب ہے اور یہ کہ ”درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے“  
 تو ہم سرے سے اس موضوع پر قلم ہی نہ اٹھاتے۔

مراکش کے گورنر جنرل موسیو سان نے ایک فرانسیسی اخبار  
 میں ایک آرٹیکل شائع کر کے مراکش کے تنزل کو ”شب اسلام“ کے نام سے  
 موسوم کیا ہے۔ اگر اسلامی ملکوں کے چند روزہ ذوال کو ”شب اسلام“ کے  
 نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے تو ”شب عیسائیت“ کا بھی تصور کرنا چاہئے  
 جس میں یورپ تقریباً ایک ہزار سال تک مبتلا رہا۔ فرمائے یہ ”شب عیسائیت“  
 کس قدر لمبی ہوگی۔۔۔۔۔؟

بہتر حال یہ انصاف سے بعید ہے کہ مذہب کو ترقی اور زوال کا معیار  
 قرار دیا جائے۔



# قرآن حکیم اور غیب علم

اگر مسلمان ترقی کرنا چاہیں اور دوسری ترقی یافتہ اقوام کے پہلو  
 پہ پہلو کھڑے ہونا چاہیں تو ان کا مذہب (اسلام) ان کے راستہ میں کوئی رکاوٹ  
 پیدا نہیں کرتا بلکہ ان کی ہمت اور دانشمندی کو اور زیادہ کرتا ہے۔ چنانچہ  
 قرآن کریم کے اوراق علم و حکمت کی ترغیب سے لبریز ہیں ہم اس ضمن میں  
 چند آیات قرآنی پیش کرتے ہیں۔

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر  
 کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ  
 وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

اللہ نے اس بات کی گواہی آشکار کر دی کہ کوئی  
 معبود نہیں ہے مگر صرف اسکی ذات یکانہ عدل

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ  
 أُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا

کیسا تھو تمام کارخانہ ہستی میں، تدبیر و انتظام کرنے  
 والی فرشتے بھی اپنے اعمال سے، اس کی شہادت  
 دیتے ہیں اور وہ لوگ جو علم رکھتے والے ہیں۔

بِالْقِسْطِ ۚ

یہ علم والوں کے سینے میں محفوظ کھلی

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي

ہوئی آیتیں ہیں

صُدُورِ الَّذِينَ أُولُوا الْعِلْمِ ۚ

درجات علم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔



يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا  
مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

خدا تعالیٰ مومنوں اور علم والوں کے  
درجوں کو بلند کرے گا۔

ذَرَّاجَاتٍ ط

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ

اور انھیں کتاب اور دانشمندی کی تعلیم دیتا ہے،  
وہ جسے چاہتا ہے دانشمندی دیتا ہے اور  
جسے دانشمندی مل گئی تو یقین کرو اس نے  
بڑی بھلائی پالی۔

يُوتِي الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ  
خَيْرًا كَثِيرًا ه

ہم نے خاندان ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت  
دی تھی اور ساتھ ہی بڑی بھاری سلطنت  
بھی عطا فرمائی تھی۔

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ  
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ  
آتَيْنَاهُمْ مَلَكًا عَظِيمًا

ایک جگہ خاص عربوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر محمدؐ لوگوں میں  
ایک رسول بھیجا ہے جو ان کو خدا تعالیٰ  
کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے انہیں پاک  
کرتا ہے، انہیں کتاب اور دانشمندی  
سکھاتا ہے۔ اور اس سے پیشتر وہ  
صریح گمراہی میں تھے۔

هَؤُلَاءِ الَّذِينَ بَعَثْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ  
رُسُلًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ  
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ  
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ  
إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ  
لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ه



تبعث مخالفین کا یہ دعویٰ ہے کہ جس علم کا ذکر قرآن کریم  
آیا ہے وہ تو محض علم دین ہے اور ان ہی مخالفین میں مراکش کا ایک شخص  
سیکار نامی بھی ہے اس نے اسلام کے خلاف کچھ کتابیں لکھی ہیں۔  
چنانچہ وہ اپنے ایک رسالہ "مراکش الکاتولیکیہ میں لکھتا ہے  
کہ جس علم کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ محض علم دین ہے اس سے کبھی بھی  
دوسرے علوم مراد نہیں ہیں اور مسلمانوں نے علم کے لفظ کو صرف اس لئے  
عام کیا ہے کہ دوسروں کو یہ دکھایا جاسکے کہ قرآن نے کس قدر علوم کی قدر کی ہو  
گویا کہ سیکار نے اس قسم کی بے ہودگیوں اور جہالت کے ساتھ یہ ثابت کیا  
کہ اسلام کو سوائے علم دین کے اور کسی علم سے دلچسپی نہیں ہے۔ حالانکہ  
اگر کوئی شخص علم اور حکمت کی آیات کے علاوہ ان آیتوں پر ذرا سا بھی غور  
جن میں زمین کی سیر و سیاحت کرنے کی ترغیب ہے تو وہ آسانی سے سمجھ  
سکتا ہے کہ علم سے مراد محض علم دین نہیں بلکہ تمام علوم ہیں۔  
جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ عطف  
اور معطوف کی صورت میں ہر ایک چیز اپنی الگ حیثیت رکھتی ہے۔ اور  
دونوں سے مراد ایک ہی چیز نہیں ہوتی۔ مثلاً  
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
کی آیت سے ظاہر ہے کہ حکمت اور چیز ہے اور کتاب دوسری چیز ہے



حکمت سے مراد وہ اہمیتیں نہیں ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں بلکہ ان اہمیتوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اس امر کا ثبوت اس حدیث میں موجود ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔  
 علم سیکھو، خواہ تمہیں چین تک جانا پڑے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علم سے صرف علم دین مراد ہوتی جیسا کہ خود سیکار کا دعویٰ ہے تو آپ چین جانے کو ارشاد نہ فرماتے اس لئے کہ چینی لوگ توبت پرست ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں بعض اہمیتوں کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ علم سے مراد عام علوم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللَّهُ تَرَانِ اللَّهُ أَنْزَلَ

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ

ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ

الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ

مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ

سَوْدَةٌ وَمِنَ الْفَاكِهُ الدَّوَابُّ

وَالْأَنَامُ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ

أَنَّا لَخَبِرْنَا لِقَدْ كُنَّا لَعَالَمِينَ

تو اس کے بندوں میں سے وہی

ڈرتے ہیں جو صاحب علم

ہوتے ہیں

ہوئے ہیں



ظاہر ہے کہ اس جگہ صاحب علم سے مراد وہ علم ہے جو مذکورہ  
 بارہ چیزوں یعنی پانی، نباتات، پہاڑوں، رنگ برنگ کے جانوروں  
 اور ان کے اسرار کا علم اور واقفیت رکھتے ہیں نہ کہ صرف نماز  
 اور روزہ کے عالم۔

یہاں یہ بھی یاد رکھئے کہ مسیحیوں نے اسلام سے او  
 قرآن کی علم نوازی سے انکار کیا اور اصل کیا ہے اور اس کا اصل مقصد  
 کیا ہے۔

یہ فرانسیسی شخص شہر رباط میں دفتر امور اسلامیہ میں  
 ملازم ہے افریقہ کے مسلمان بربریوں کو عیسائی بنانے کے سلسلہ میں  
 سیولونیس برنیو مدیر امور اسلامیہ، کرنل بارکو ڈائریکٹر آف پولیس  
 اور کرنل مار تو مشاور امور اسلامیہ کو مدد دے رہا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ فرانسیسیوں نے اس قسم کے لوگوں کو اسلامی  
 کاموں میں صرف اس لئے مقرر کر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ مراکش  
 میں اسلام کی بنیادوں کو گرا دیں۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمان کیوں ایسے لوگوں کے ہم نوا ہو جاتے ہیں۔



## حامیان ترقی سے ایک آخری لفظ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلانا مقصود ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ سوال یورپ کی طرح قومی ترقی چاہتے ہیں نہ کہ دینی ترقی۔ ان اصحاب کی خدمت میں ہمارا جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصود بھی ترقی ہے خواہ وہ ترقی قومی ہو یا دینی، لیکن جس چیز سے ہمیں خوف معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنی ترقی کی بنیادیں قرآنی تہذیب پر قائم نہ کیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان مسرور، نفس پرست اور گمراہ ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی ترقی کا نقصان اُس کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہوگا، کیونکہ جب تک علمی تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کی رہنمائی نہ ہوگی مسلمان کسی ایک نقطے پر جمع نہ ہوں گے۔ پھر یہ حال بھی صحیح نہیں ہے کہ یورپ کی ترقی محض قومی ترقی تھی اور اس میں دینی تربیت شامل نہ تھی چنانچہ جس نے ذکر ہے کہ وزیر اعظم جرمنی نے پارلیمنٹ میں لیکچر دیتے ہوئے کہا تھا کہ "ہمارے ترقی عیسائیت پر مبنی ہے"

پس اگر جرمنی جیسی حکومت جو علوم و فنون میں اپنی مثال آپ ہے اعلان کرتی ہے کہ اس کی ترقی دینی ترقی پر مبنی ہے تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی؟



نیز کیا جرمنی، انگلینڈ یا دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں کوئی ایسی  
 بھی یونیورسٹی مل سکتی ہے جس میں دینی علوم کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔؟  
 پھر یورپ میں جو قومی ترقی اور قومیت کے الفاظ استعمال کئے  
 جاتے ہیں تو قوم و وطن سے ملک کی سٹی، پانی، درخت اور پتھر مراد نہیں ہوتے  
 بلکہ اُن سے مراد ایک خون کے لوگ ہیں اور قوم اور وطن کا ہمیشہ یہ مطلب  
 ہوتا ہے کہ وہ قوم جو ایک ہی ملک میں رہتی ہو اور اس کی تاریخ، رسم و  
 رواج، مذہبی عقائد اور اخلاق و عادات وغیرہ ایک ہوں اور  
 یہی وہ چیز ہے جس کی حفاظت کے لئے وہ لڑ رہے ہیں۔

## اختتامیہ

پس اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہوں تو انھیں جان مال  
 کے ساتھ پوری طرح جہاد کرنا چاہئے اس کے بغیر کوئی قوم ترقی  
 نہیں کر سکتی۔ میں نے حصول علم کی بھی ترغیب دلائی ہے مگر اس سے میرا  
 مطلب یہ نہیں کہ مغربی فلاسفوں کے نظریوں اور ایجادات کا  
 علم حاصل کیا جائے۔ بے شک یہ چیزیں مفید ہیں۔ مگر علم حقیقی محض  
 یہ ہے کہ نفس اور دولت سے جہاد کیا جائے۔ جب یہ بات کسی قوم



میں پیدا ہو جائے گی۔ تو وہ باقی علوم پر خود بخود حاوی ہو جائے گی  
 کسی چیز کے حاصل کرنے کے لئے اس کا عالم ہونا ضروری نہیں  
 مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حکیم الشرق مسید جمال الدین افغانی  
 نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ”جب کسی جاہل شخص کا بیٹا بیمار پڑ جائے تو وہ فوراً بہترین  
 ڈاکٹر تلاش کرتا ہے حالانکہ وہ علم طب سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے“  
 اس کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ محمد علی شاہ مصر  
 عالم نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے مصر کو اس حد تک بیدار و زندہ  
 کر دیا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُسے بڑے بڑے خوش حال اور معزز  
 لکوں کی صف میں لاکھڑا کیا۔ یہ محض ماحس کے عزم اور ترغیب علم کا نتیجہ تھا۔  
 اگر مسلمان ہمت سے کام لیں اور احکام قرآن کی پیروی کریں  
 تو بے شک وہ بھی علم و ترقی کے لحاظ سے فرنگیوں، امریکیوں اور جاپانیوں  
 کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہم میں کمی صرف اتنی ہے کہ ہم کام کچھ نہیں  
 کرتے اور نا یوسی اور نا اُمیدی میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اس لئے ہمارا  
 فرض ہے کہ ہم نا اُمیدی کو اپنے دلوں سے محو کر دیں اور اس یقین  
 کے ساتھ کوشش کرتے رہیں کہ ہم اپنے کام، اپنی کوشش، اپنی ہمت  
 اور اپنی کتاب کے احکام پر عمل کرنے کے ذریعہ سے ضرور اپنے  
 مقصد تک پہنچ جائیں گے۔



آخری لفظ یہ ہے کہ ہم جان اور مال سے جہاد کریں

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا  
فِينَا لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ  
سُوءَاتِهِمْ وَآتِ اللَّهُ  
مَعَ الْحُسَيْنِ ع

جنہوں نے ہمارے لئے جہاد

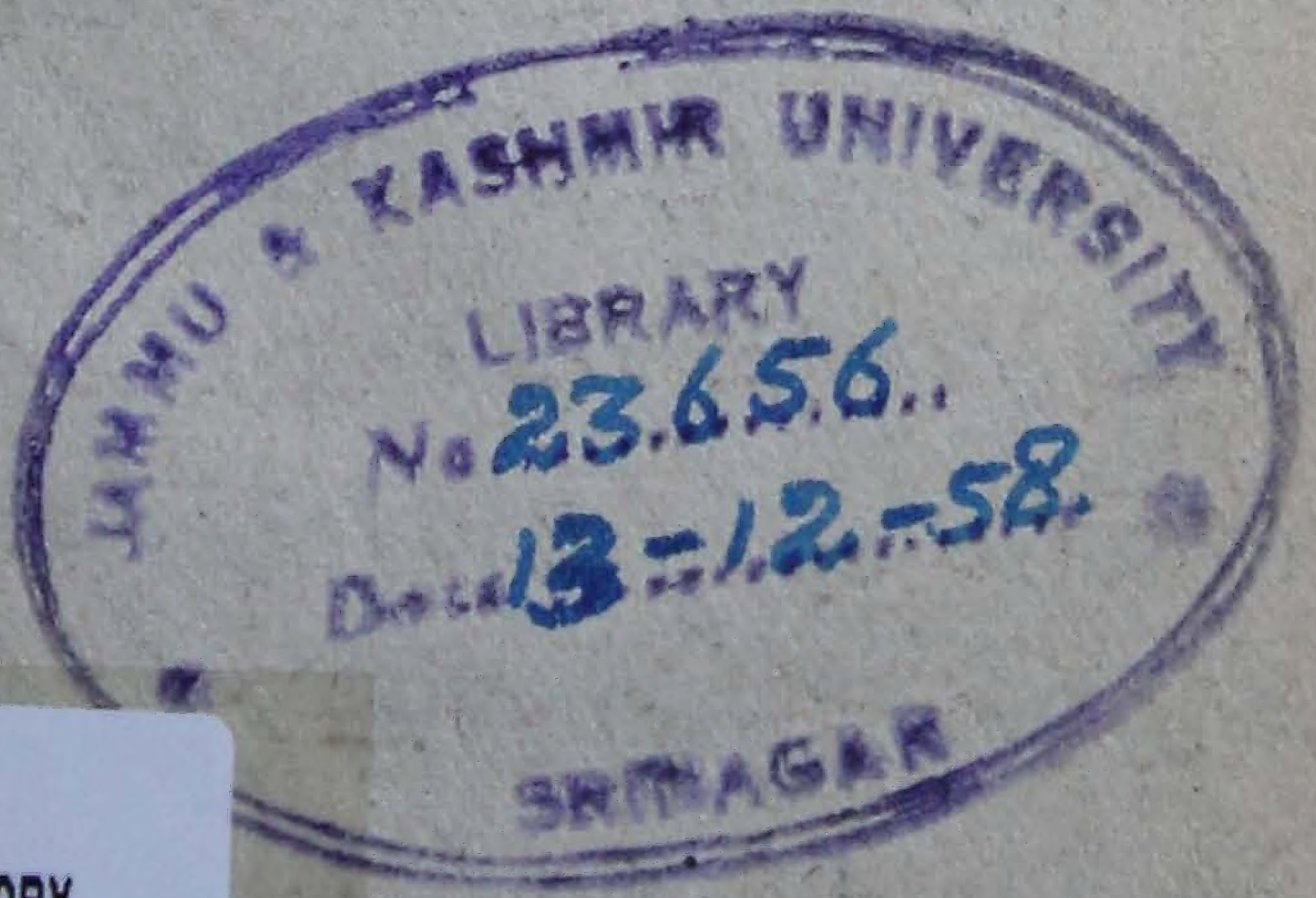
کیا، ہم انہیں ضرور اپنی راہیں

دکھائیں گے۔ اور اللہ اچھے کام

کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

شکبہ اُسران

... بس اپنے نذر احسن جلائی



ALLAMA IQBAL LIBRARY



23656



اللہ سے سچی محبت پیدا کرنے کیلئے یہ کتابیں ضرور پڑھئے  
مدلل اور مستند اسلامی تعلیمات کا بے مثل خزانہ

## فتاویٰ آستانہ

اسلامی مسائل و معلومات کا بے کرانہ سمندر ہے جس کو پڑھ کر آپ کو  
اسلامی معلومات و مسائل پر کامل عبور حاصل ہو جائے گا اور ایک عالم دین کی طرح  
آپ عوام کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے یہ دینی معلومات کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں  
وضو، غسل، تیمم، اذان، نماز، آہستہ، جماعت، جمعہ، جنازہ، روزہ، زکوٰۃ  
حج، نکاح، طلاق، حیض، نفاس، اور طہارت کے تمام مسائل اور ان کی تمام مدلل  
عام فہم شرعی جوابات بیان کئے گئے ہیں، انداز بیان اس قدر سادہ و دلکش ہے  
کہ آپ آسانی اور دلچسپی کے ساتھ تمام مسائل کا مطالعہ کر لیں گے۔ فتاویٰ آستانہ  
اسلامی فقہ کی بڑی بڑی کتابوں کا خلاصہ اور اسلامی مسائل اور ان کے جوابات کا عطر  
مجموعہ ہے جسے پڑھ کر آپ دینی مسائل سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔

کتابت و طباعت بہت عمدہ، سفید کاغذ، خوبصورت جلد، گروپش رنگین خوش نظر  
قیمت :- جلد اول دو روپے، جلد دوم دو روپے، جلد سوم دو روپے، محصول ڈاک علاوہ  
آستانہ کتب پوز پوسٹ بکس ۱۳۰۶ دہلی



اولیاء اللہ سے دین کی عظمت قائم ہے

## تاریخ الاولیاء

جس طرح انبیاء کرام نے تبلیغ حق کی کفر و شرک سے نفرت دلائی اور  
صرف اللہ واحد کی اطاعت کی دعوت دی، اسی اولیاء کرام نے اپنے اپنے زمانہ  
میں سرکش و ظالم بادشاہوں اور امیروں کے ظلم و جبر کو برداشت کر کے تبلیغ اسلام  
کی، کفر و شرک کے اندھیروں میں خدا کی اطاعت و محبت کا چراغ روشن کیا اور جو  
پیشانیوں غیر اللہ کی بارگاہوں میں سر بسجود تھیں، انھیں خدا کے در پر لا جھکایا۔  
اس کتاب میں حضرت امام جعفر صادقؑ، حضرت ابو بصریؒ، حضرت جنید بغدادیؒ،  
حضرت شیخ شہاب الدین بہروردیؒ، حضرت آغا گنج بخشؒ، حضرت خواجہ اجیمریؒ، حضرت  
قطب صباؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ، حضرت محمد صابر  
کلیریؒ، حضرت شیخ کلیم اللہ ولیؒ اور دوسرے اولیاء اللہ کی مقدس سوانح حیات ہیں۔  
اس کتاب میں اولیاء اللہ پر گزرنیوالے مصائب و مشکلات، ان کے مجاہدات، ریاضات اور واقعات  
و کرامات شامل ہیں جنہیں دیکھ کر انسانوں کی عقلیں حیران رہ گئیں ہیں کہ کس طرح ہر سختی اور مصیبت  
سہر کر اسلام کی تبلیغ کی۔ زبان عام فہم کا غز سفید مجلد و لکچر گر پوش قیمت دو روپے علاوہ محصول  
آستانہ بکٹریو پوسٹلے بکس ۱۲۷۶ دہلی



